الکمونیا کے تاریک جنگل میں

درسگاہ ٹیم کی مہم جوئی

Alkmunia

BY: ABDUL MALIK



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزانِ گرامی!

الکمونیا کے تاریک جنگل میں درسگاہ ٹیم کی مہم جوئی۔۔۔ یہ کہانی آئی ٹی درسگاہ ڈاٹ کام پر 8 اقساط میں شیئر کی گئی۔۔اس کا خیال ایک ہارر سٹوری سے متعلق ایک دھاگہ دیکھ کر آیا جس میں سب ممبرز نے مل کر ایک ہارر سٹوری مکمل کرنا ہوتی ہے۔۔لیکن اس دھاگے میں کوئی بھی سنجیدگی سے حصہ نہیں لے رہا تھا۔۔اور کچھ دوستوں کو بھی رگڑے کی زد میں لانا تھا۔۔مزید برآں فورم پر **ٹیم لیڈر ڈاکٹر میاں محمد شاہد شریف** کے بہت سارے تکیہ کلام مشہور ہیں جن میں ایک تکیہ کلام **لیکن الکمونیا میں تو ایسا نہیں ہوتا** کا مطلب جاننے کے بہت سے خواہشمند حضرات موجود تھے کہ آخر یہ الکمونیا ہے کیا چیز۔۔۔الکمونیا ایک خیالی دنیا کا نام ہے۔۔۔لیکن یہ خیالی دنیا کیسی ہے؟ اسی آئیڈیا کو ذہن میں لاتے ہوئے یہ شرارت سوجھی سوچا کیوں نا ایک **ہارر سٹوری** لکھی جائے جس میں کچھ دوستوں کو الکمونیا کی سیر کروادی جائے ؛)۔۔۔تاکہ سب کو الکمونیا کے متعلق تھوڑی بہت معلومات حاصل ہوجائیں۔۔۔(مسکراتے ہوئے)۔۔۔میں ایک اچھا لکھاری نہیں ہوں اس لیے یہ کہانی ایک کہانی کے طور پر منظرِ عام پر لانے کا سوچ کر شروع نہیں کی گئی تھی بلکہ فورم پر اپنے کچھ اچھے اچھے پیارے پیارے دوستوں کو رگڑے کا نشانہ بنانے کے لیے شروع کی گئی۔۔۔کہانی شروع کرنے سے پہلے اس کا ٹمپو، پلاٹ وغیرہ کچھ بھی ذہن میں نہیں تھا صرف دوستوں کو رگڑے لگانے کے چکروں میں یہ کہانی لکھی جاتی رہی۔۔۔اس کہانی کا مقصد بھی صرف اور صرف تفریح ہے نا کہ کسی دوست کی دِل آزاری کرنا۔۔جن کرداروں کا شامل کیا گیا ہے یہ سب میرے ساتھ بھی کچھ رعائیت نہیں کرتے اس لیے کہانی پڑھتے ہوئے ان پر ہمدردی جتانے کی کوئی ضرورت نہیں (مسکراتے ہوئے)۔ کہانی میں پیش کردہ تمام تر سچوئشنز اور کردار مکمل طور پر فرضی ہیں جن کا کسی بھی دوسرے ناول یا کہانی سے کوئی تعلق نہیں اگر کوئی سچوئشن کسی دوسری کہانی سے مطابقت رکھتی ہوئی تو محض اتفاقیہ ہوگی۔کہانی ضرور پڑھیئے گا اور تبصرہ بھی کیجیے گا۔۔اس کہانی میں جن دوستوں کے نام بطور کردار استعمال کیے گئے ہیں میں ان کا دلی طور پر بیحد ممنون ہوں کہ اُنہوں نے بجائے اظہارِ غصہ یا ناراضگی میری ہر قسط میں حوصلہ افزائی کی اور مجھے زیادہ سے زیادہ لکھنے پر مجبور کرتے رہے اِن سب دوستوں کی زندہ دِلی کو سلام پیش کرتے ہوئے پیشِ لفظ پر قلم بند کرتا ہوں۔۔۔والسلام

انتساب

استادِ محترم لاسلکی صبیح

فورم ٹیم لیڈر

جناب ڈاکٹر میاں محمد شاہد شریف

کے نام

اور میرے خیر خواہوں کے نام



یہ 2035 ہے آئی ٹی درسگاہ کے موجودہ نوجوان اراکین بڑھاپے میں قدم رکھ چکے ہیں۔ جبکہ بچے جوان ہو چکے ہیں۔ کہانی کے کرداروں کی عمریں 40 یا 40 سے زائد ہیں جبکہ آئی ایم حماد المعروف معصوم بچہ اس وقت 25 سال کا ہو چکا ہے جسے اپنی شادی کی فکر ہے۔

تعارف

حماد، ناٹی میر، عمر اسلام اور مسٹر بلوچ نے سید وقاص سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ سید وقاص ایک ادھیڑ عمر ریٹائرڈ کرنل ہیں۔ گھرے گھنے جنگلات میں شکار ان کا مشغلہ تھا۔ فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد روٹین لائف سے تنگ آکر سید وقاص نے ہی ان چاروں دوستوں کو اپنے ساتھ شکار پر جانے پر آمادہ کیا تاکہ زندگی کے ان بچے کھچے لمحات کو یادگار بنایا جاسکے۔

سید وقاص کے پاس اکٹھے ہونے کے بعد رسمی آداب و تسلیمات کے بعد انہیں صوفوں پر بیٹھنے کا کہا گیا لیکن ۔۔۔ ناٹی میر کے کہنے پر سبھی دوست ایک دائرے کی صورت میں نیچے بچھی چٹائی پر ہی براجمان ہو گئے۔۔۔

ناٹی میر ایک ماہرِ نفسیات ہیں۔۔ بالخصوص جنگلی جانوروں پر ان کی ریسرچ ناقابلِ ثانی ہے۔ ان کی ایک کتاب "گدھوں کی جوانی" بیسٹ سیلنگ بک آف دی ایئر کا ایوارڈ بھی حاصل کر چکی ہے جس میں مسٹر بلوچ۔ اوہ سوری گدھوں کی تمام نسلوں کے متعلق آگاہی اور ان کو جوانی میں پیش آنے والے مسائل کو سامنے لایا گیا ہے۔

حماد ماہرِ ٹھرکیات ہیں۔۔۔ ان کا ماننا ہے کہ عورت میں وفا نہیں ہوتی جبکہ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ماں سے زیادہ محبت دنیا میں کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ تقریباً 135 لڑکیوں کو پٹانے کی ناکام کوشش کے بعد بہنیں بنا چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں ایک سچے جیون ساتھی کی تلاش ہے۔۔ پورا لاہور اور کراچی چھاننے کے کے بعد انہوں نے بھی سید وقاص کے ساتھ جنگل میں جانے کا پروگرام بنایا۔ کیونکہ مہذب دنیا میں تو کوئی اسے اس کا دکھ درد سمجھنے والی ملی نہیں۔۔۔ سوچا شاید جنگلات سے ہی اس کے مستقبل کا پیار وابستہ ہو۔ اور اسے کوئی ایسی لڑکی مل جائے جو اس کے ساتھ "وفا" کر سکے۔

عمر اسلام کالے علم کے ماہر ہیں۔ ہر طرح کے جعلی تعویز گنڈے میں ماہر۔۔۔ ان کا ماننا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کے علم کو زیر نہیں کر سکتی۔ اور کوئی ایسا عمل نہیں۔۔۔ جو ان کے علم سے ممکن نہیں۔

مسٹر بلوچ ایک منجھے ہوئے جاسوس ہیں۔۔ جو ہر خلافِ معمول چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی پرکھ لیتے ہیں۔ مسٹر بلوچ بلوچی ایوارڈ برائے جاسوسی بھی حاصل کر چکے ہیں درسگاہ کے ایڈمن کی جانب سے انہیں اس طرح کی بلوچیاں مارنے پر گارڈ آف آنر بھی پیش کیا جا چکا ہے جس کے باعث ان پانچوں میں مسٹر بلوچ اس وقت ایسے اکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کسی نے ریڑھ کی ہڈی میں مُغل سٹیل کا سریا فِٹ کیا ہوا ہو۔۔۔

الکمونیا کے جنگلات میں شکار کا پروگرام

تو وقاص صاحب اس مرتبہ کونسے جنگلات میں شکار کا پروگرام ہے؟۔۔۔

حماد نے اصل مدے کی طرف آتے ہوئے کہا۔

حالیہ دریافت ہونے والے آٹھویں برِ اعظم الکامونیا میں۔۔

سید وقاص نے جواب دیا۔۔لیکن سید وقاص کا جواب سن کر مسٹر بلوچ کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔

تو پھر سمجھ لو۔۔۔۔یہ ہماری زندگی کا آخری شکار ثابت ہونے والا ہے۔۔۔

مسٹر بلوچ نے بلو چی مارتے ہوئے کہا

وہ کیسے جناب؟۔۔۔

سید وقاص نے سبھی دوستوں کے چہرے بغور دیکھتے ہوئے بغیر کسی ایک کو مخاطب کیے وضاحت طلب کی

جناب الکامونیا کی لوکیشن ایسی ہے کہ وہاں سال میں صرف 10 یا 15 دن سورج طلوع ہوتا ہے۔۔ورنہ ہمیشہ رات ہی رہتی ہے۔۔آخری مرتبہ پچھلے مہینے کے کچھ دنوں تک سورج طلوع ہوا تھا اب دوبارہ یہ موقع 11 ماہ بعد ہی آئے گا۔۔۔اس لیے شکار کا پروگرام 11 ماہ بعد ہی بنانا پڑے گا۔۔۔

نائی میر نے جواب دیا

تو کیا ہوا؟۔۔۔۔ہم اکیلے نہیں ہیں جو وہاں جانے والے ہیں پہلے بھی سینکڑوں گروپس جا چکے ہیں۔

سید وقاص نے جواب دیا

اور ان میں سے درجنوں غیر مہذب انسانوں، جنگلوں جڑی بوٹیوں، اور درندوں کا شکار ہو گئے۔۔۔

عمر اسلام نے پہلی مرتبہ زبان کھولتے ہوئے کہا۔

ہاہاہا۔۔۔۔بے فکر رہو یار۔۔۔ہم ان درجنوں میں نہیں۔۔سینکڑوں میں شامل ہوں گے جو وہاں سے زندہ لوٹے ہیں۔

سید وقاص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا۔۔ویسے وہاں شکار کس چیز کا کرنا ہے؟

عمر اسلام نے وقاص سے سوال کیا۔



ITDARASGAH.COM

سنا ہے وہاں کے کوّوں کی چونچ سفید ہوتی ہے۔اوراڑان بھی بڑی شاندار ہے۔۔۔اس کے علاوہ وہاں کی جنگلی لڑکیاں بھی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہیں۔۔۔ وہاں پر ایسی غاریں بھی موجود ہیں جہاں سفلی علوم کے ماہر بڑے بڑے چلّے کاٹ کر کالے جادو کے شہنشاہ بن چکے ہیں۔۔

سید وقاص نے جواب دیا۔۔۔لیکن عجیب وغریب کوّوں کا سن کر ناٹی میر کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔۔۔جبکہ حسین وجمیل جنگلی لڑکیوں کا سُن کا حماد کا اشتیاق بھی بڑھ گیا اور ایسی غاروں کے متعلق سن کر عمر اسلام کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔

ویسے خفیہ اطلاعات کے مطابق وہاں ایک ایسی ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر بھی زیرِ تعمیر ہے جس کا مقصد درپردہ پاگلوں کو گمراہ کر کے پاگل خانے سے نکال کر اپنے ہسپتالوں میں بھرتی کرنا ہے۔اگر وہ گروہ پکڑا جائے تو پاگل خانہ اونر ایڈیٹر شاہد منہ مانگا انعام بھی دے سکتے ہیں ؛)۔۔

سید وقاص نے مسٹر بلوچ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے میں ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔۔لیکن انعام عمران بابا نے بتایا کہ وہاں پر بدروحوں کا بسیرا ہے۔۔۔کیا ہمارا وہاں جانا مناسب ہوگا؟

حماد نے کہا

ارے یار۔۔تم لوگ بھی اُس بوڑھے بزرگ کی باتوں میں آگئے۔۔۔یہ 2035 ہے اور حیران ہوں کہ آج کے دور میں بھی تم لوگ ان باتوں پر یقین رکھتے ہو۔

سید وقاص نے ناگواری سے جواب دیا

الکامونیا آٹھواں براعظم ہے جو 2030 میں دریافت ہوا۔یورپین/رشین خلائی سیارے اسے کبھی بھی ٹریس نہیں کر سکے تھے کیونکہ زمین کے اس آٹھویں ٹکڑے پر ہر وقت عجیب وغریب اثرات کا حامل پانی تیرتا رہتا تھا۔اوزون کی تہہ کی طرح اس ٹکڑے سے بھی دو سو کلومیٹر کی بلندی تک ایک عجیب سا حصار قائم تھا جس نے آج تک اسے باقی دنیا سے الگ رکھا ہوا تھا۔۔۔الکامونیا سے کچھ افراد خفیہ طور پر مہذب دنیا میں آگئے اور ہر نئی بات سن کر یہی کہتے تھے": الکامونیا میں تو ایسا نہیں ہوتا۔۔۔یہی فقرہ اس ٹکڑے کی دریافت کا سبب بن گیا۔ایف بی آئی والوں نے ایسے افراد کی پکڑ کو خوب چھترول کی اور آخر کار اس فقرے کا راز اگلوا ہی لیا۔۔

اس طرح مہذب دنیا کی رسائی اس براعظم تک ممکن ہوگئی۔

☆☆☆



ڈیتھ ویلی

نائی میر، سید وقاص، حماد، عمر اسلام اور مسٹر بلوچ پروگرام طے پانے کے بعد تیسرے روز فلائٹ کے ذریعے الکا مونیا پہنچ گئے۔ الکا مونیا پہنچ کر انہوں نے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں قیام کیا۔۔ اور ایک کمرے میں اکٹھے ہو کر ڈیتھ ویلی جانے کا پروگرام بنایا۔۔۔ ڈیتھ ویلی ایک جنگل کا نام تھا۔ جس کے متعلق بہت عجیب و غریب خوفناک کہانیاں مشہور تھیں۔ وہاں جانے پر مکمل طور پر پابندی تھی۔۔۔ لیکن غیر قانونی طریقہ سے پہنچ ممکن تھی۔ مسٹر بلوچ کی بدولت یہ غیر قانونی طور پر راتوں رات ڈیتھ ویلی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔۔



یار تیری بندوق میں گولیاں تو ہیں نا؟۔۔ اور یہ سچ مچ میں چلتی بھی ہے یا نہیں؟

حماد نے سہمے سہمے لہجے سرگوشی کرتے ہوئے وقاص سے کہا۔

یار تو بے فکر ہو جا۔۔۔ بندوق چلتی بھی ہے اور گولیاں بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

وقاص نے لالٹین آگے کی طرف بڑھاتے ہوئے حماد کی بات کا جواب دیا۔

نہیں یار مجھے یہاں بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔۔ کیا سچ میں بندوق چلتی ہے یا ہمیں جھوٹی تسلیاں دے رہا ہے۔۔

حماد نے روتے ہوئے کہا

یہ لے پکڑ بندوق اور مسٹر بلوچ کو گولی مار کر چیک کر لے۔۔۔ پتہ چل جائے گا کہ چلتی ہے یا نہیں۔۔

وقاص نے تنگ آ کر بندوق حماد کو تھماتے ہوئے کہا۔

گھنے جنگلات میں کچھ دور تک جانے کے بعد انہیں سائیڈ پر ایک ڈینجر ایریا کا لگا ہوا بورڈ دکھائی دیا جسے انہوں نے نظر انداز کر دیا اور آگے بڑھتے گئے۔۔ کچھ دور تک جانے کے بعد اچانک ہوا کے ایک تیز جھونکے سے لالٹین بجھ گئی۔۔۔ سید وقاص نے لاٹین دوبارہ جلائی لیکن اس مرتبہ پھر سے اچانک ہوا کا ایک جھونکا لالٹین پر سے ہو کر گزر گیا اور لاٹین پھر سے بجھ گئی۔۔۔۔ تیسری مرتبہ بھی جب ایسا ہوا تب حماد نے مسٹر بلوچ کو بالوں سے پکڑ کر نیچے کیا اور جوتا اتارتے ہوئے بولا:۔۔

اب اگر تو نے لالٹین کو پھونک ماری تو اتنے جوتے ماروں گا کہ تیری ساری ہوا باہر نکل جائے گی اور تو دوبارہ پھونک مارنے کے قابل نہیں رہے گا۔

یار قسم لے لو میں نے پھونک نہیں ماری یہاں بدروحیں گشت کر رہی ہیں۔۔ مسٹر بلوچ نے روتے ہوئے کہا۔۔ لیکن اس کی بات سن کر وقاص نے بھی جوتا اتار لیا اور

کہا:

اب دوبارہ ایسی بلوچی ماری تو گنجا کر دوں گا تجھے۔۔ تیرے ہوتے ہوئے کوئی بدروح یہاں کیسے رہ سکتی ہے؟

اتنا کہنے کی دیر تھی کہ اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔۔ جو چند لمحات میں ہی طوفان میں بدل گئیں۔۔

پانچوں دوستوں کا گروپ بکھر گیا۔ سب ہوا میں ہاتھ پیر مارنے لگے۔۔ اچانک طوفان رُکا تو سب نیچے اوندھے ہو کر گر پڑے۔۔

سب سے پہلے وقاص نے ہمت بڑھائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اس کے قریب ہی ناٹی میر پڑا ہوا تھا۔ دونوں نے مل کر باقیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔۔ کچھ دیر بعد انہیں حماد بھی مل گیا۔۔ اب عمر اسلام اور مسٹر بلوچ غائب تھے۔۔۔ چار پانچ گھنٹے مسلسل جنگل گھومنے کے بعد جب دونوں میں سے کوئی نا ملا تب انہوں نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔۔ ابھی راستے میں تھے کہ اچانک حماد کا پاؤں کسی جاندار سے ٹکرایا۔۔ حماد ڈر کر پیچھے ہٹ گیا اور بولا:

کوئی جانور سویا ہوا ہے شاید۔

ڈنگر ڈاکٹر ناٹی میر فوری اُس وجود کی طرف بڑھا اور ٹٹول کر چیک کرنے کے بعد بولا۔۔۔

ہاہاہا ایویں ڈر رہے ہو یار یہ تو کوئی جنگلی کھوتا مرا ہوا ہے

۔۔ اور آگے بڑھ گیا۔ لیکن دو قدم ہی بڑھائے تھے کہ اچانک مسٹر بلوچ کی آواز سنائی دی۔۔ ناٹی میر نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کسی جانور کی بجائے اب مسٹر بلوچ کھڑا کراہ رہا تھا۔۔ تینوں کو بہت خوشی ہوئی کہ ہمارا چوتھا ساتھی مل گیا۔۔ اب عمر اسلام کی تلاش میں تھے۔۔ کافی تلاش کے باوجود جب عمر اسلام نا ملا تب واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

☆☆☆

عمر اسلام کی آنکھیں کھلیں تو کچھ جنگلی اس کے گرد گھیراؤ کیے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں تیر کمانیں تھیں۔ سب کا رُخ عمر اسلام کی طرف تھا۔ انہوں نے عمر اسلام کو اٹھایا اور اپنے سردار کے پاس لے گئے۔۔

عمر اسلام کو دربار میں لا کر سردار کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔۔ سردار کے چہرے پر نقاب تھا۔

عمر اسلام کو دیکھ کر سردار تخت سے نیچے اترا اور عمر اسلام کی طرف قدم بڑھانے لگا۔۔ عمر اسلام کا جسم تھر تھر کانپنے لگ گیا۔۔ عمر اسلام نے کالے منتر کے جاپ شروع کر دیئے مگر سردار عجیب مٹی کا بنا تھا اسے کوئی فرق نہیں پڑا۔ عمر اسلام کے تمام تر جادو اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ تب اچانک سردار نے اپنا نقاب اتارا اور عمر اسلام سے مخاطب ہوا:۔۔

خوچہ۔۔۔ تم کو یہاں دیکھ کر **گُل خان** کا دِل باغ باغ ہو گیا۔۔

طلسمی کنواں

تیز طوفان نے مسٹر بلوچ کو ہوا میں اچھالا تب ایک لمحے کے لیے تو مسٹر بلوچ کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے لیکن جاسوسوں والی مخصوص تربیت کے باعث بہت جلد مسٹر بلوچ نے اپنے حواس پر قابو پایا اور بلندی سے نیچے آتے وقت پیراٹروپنگ کا انداز اختیار کرتے ہوئے زمین تک پہنچتے ہی دو تین قلابازیاں کھائیں اور بغیر کسی جسمانی چوٹ کھائے اپنے قدموں پر زمین پر کھڑا ہو گیا۔۔۔ مسٹر بلوچ کو اپنے ساتھیوں کی فکر لگ گئی۔۔ مسٹر بلوچ نے اِدھر اُدھر اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ اتنی دیر مسلسل اندھیرے میں رہنے کے بعد مسٹر بلوچ کی آنکھیں اب اندھیرے سے کچھ حد تک مانوس ہو چکی تھیں۔ اس لیے اب کچھ کچھ اسے واضح دکھائی دینے لگ گیا تھا۔ مسٹر بلوچ نے جلد ہی اپنے ساتھیوں کو تلاش کر لیا۔ لیکن سب کے سب ادھ موئے ہو کر پڑے ہوئے تھے۔ مسٹر بلوچ نے سب کو باری باری ہوش دلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ سب کی حالت نہایت خراب تھی۔۔۔ انہیں ہوش دلانے کے لیے مسٹر بلوچ پانی کی تلاش میں نکل پڑا۔ پانی کی تلاش میں مسٹر بلوچ جنگل میں بھٹک کر رہ گیا۔ 15 منٹس میں ہی مسٹر بلوچ کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ عجیب جنگل تھا جس کی لوکیشن مسٹر بلوچ جیسے جانے مانے جاسوس کو بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔ بالآخر مسٹر بلوچ منہ اٹھا کر ایک سمت کی طرف چل دیا۔۔۔ تقریباً دس منٹس کی مسافت کے بعد مسٹر بلوچ تقریباً 100 میٹر کے فاصلے پر ایک کنواں دکھائی دیا۔ اور تقریباً 10 میٹر کے فاصلے پر ایک تختہ دکھائی دیا جس پر انگلش میں فہمیدہ ویل لکھا ہوا تھا۔۔۔ مسٹر بلوچ مسکرا دیا۔۔۔ مسٹر بلوچ سمجھ گیا تھا کہ کوئی فہمیدہ نامی خوبصورت دوشیزہ ہو گی جو کہ بہت ویل مطلب بہتر ہو گی اور یہ کنواں یقیناً کسی فہمیدہ نامی خاتون کا ہو گا۔۔۔ یہ تو مسٹر بلوچ کی سوچ تھی لیکن درحقیقت ویل کنویں کو کہا جاتا ہے اور یہ کنواں شاید کسی فہمیدہ کا تھا۔۔۔



مسٹر بلوچ کو صرف اپنے دوستوں کی پرواہ تھی۔۔۔ وہ جلدی سے کنویں کی طرف دوڑا اور جیسے ہی کنویں کی منڈیر پر کھڑا ہوا اسے کنویں میں اپنے عکس کی بجائے ایک خوفناک چڑیل کا عکس دکھائی دیا۔ مسٹر بلوچ کی مارے خوف کے چیخ نکل گئی لیکن حیرت انگیز طور پر مسٹر بلوچ کی چیخ صرف اس کے منہ تک ہی محدود رہ گئی جنگل میں بدستور سناٹا ہی تھا۔۔۔ کنویں اور اس کے اردگرد سے ایک سرگوشیوں سے بھری آواز سنائی دی۔۔ گویا ہزاروں بدروحیں مل کر کہہ رہی ہوں۔۔ فہمیدہ

مسٹر بلوچ ایک لمحے کے ان آوازوں میں کہیں کھو کر رہ گیا۔۔۔ تب اچانک کنویں کے پانی میں دکھائی دینے والی چڑیل کے لمبے بال جو صرف ایک سائے کی صورت میں نظر آ رہے تھے حقیقی بالوں کی طرح اٹھ کر مسٹر بلوچ کے چہرے کی طرف بڑھے۔۔ مسٹر بلوچ نے بہت ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی مگر جیسے اس کے جسم سے جان ہی نکل گئی ہو۔۔ مسٹر بلوچ کی طرف بڑھتے ہوئے مسٹر بلوچ کے بالوں میں سما گئے۔ اب انہیں بالوں کے بل پر فہمیدہ کا عکس بھی پانی سے نکل کر حقیقت میں تبدیل ہونے لگ پڑا اور بالوں کے زور پر مسٹر بلوچ میں سمانا شروع ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد اب وہاں صرف مسٹر بلوچ کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ مسٹر بلوچ کا



جسم نہایت مضبوط ہو گیا تھا بالکل کسی جانور کے جیسا۔اور آنکھیں زردی مائل ہو چکی تھیں۔مسٹر بلوچ منہ اٹھا کر مشینی انداز میں ایک طرف چلنے لگا بالآخر چکرا کر گر پڑا۔۔۔کچھ دیر بعد اس کے جسم سے کسی کا پاؤں ٹکرایا۔اور اس کے بعد ایک انسانی ہاتھ اسے اپنے جسم کو ٹٹولتا ہوا محسوس ہوا۔پھر اسے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔یہ نہیں پتہ چلا کہ الفاظ کیا تھے لیکن وہ صرف آواز ہی محسوس کر سکا۔پھر اچانک جیسے اسے ہوش آ گیا۔۔اسے پتہ چل گیا کہ یہ اس کے ہی ساتھی ہیں۔مسٹر بلوچ فوری اُٹھ کھڑا ہوا۔۔اور اپنے دوستوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔

☆☆☆

ہم کو چھوڑ دو گُل خان۔۔تم جو کہو ہم تمہیں وہی دینے کو تیار ہے۔۔دی کلر نے گل خان کو دیکھ کر خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

کیا واقعی؟۔۔۔۔۔۔گل خان نے چہکتے ہوئے کہا۔۔گل خان کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔

مم۔۔مم۔۔میرا مطلب ہے میں تمہارا ہر کام کرنے کو تیار ہوں لیکن خدا کا واسطہ گل خان ہم کو چھوڑ دو۔۔میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔دی کلر نے کہا تمہارا تمام دوست پارٹی اس وقت فہمیدہ کے چُنگل میں ہے۔۔اُن کی فکر مت کرو۔وہ بھی جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔۔۔گھنے جنگل میں وہ لوگ گل خان سے بچ کر تو جا سکتے ہیں۔۔مگر فہمیدہ کے چُنگل میں ضرور پھنس جائیں گے۔۔۔گل خان نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

فف ف فہمیدہ۔۔۔یہ کون ہے؟۔۔۔او۔۔او۔۔اور مم مے۔۔میرے دوست اُس کے پاس کیسے پہنچے؟دی کلر نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

خوچہ۔۔۔اتنی جلدی کیوں کرتا ہے۔۔۔گُل خان تمہیں دھیرے دھیرے سب کچھ سمجھا دے گا۔۔۔گل خان نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔اور ساتھ ہی گل خان واپس اپنے تخت کی جانب بڑھ گیا۔۔اور تخت پر پہنچتے ہی بولا:۔۔

فاخرہ۔۔۔اس خوچہ کو ہمارے کمرے میں پہنچا دو۔۔ہم اس سے تنہائی میں کچھ باتیں کرے گا۔

فاخرہ جو کہ گُل خان کی سب سے وفادار دربارن تھی۔۔۔فوراً ادب سے سر جھکایا اور عمر اسلام کو بازو سے پکڑتے ہوئے گُل خان کے کمرے میں لے گئی

☆☆☆

سید وقاص، حماد، ناٹی میر اور مسٹر بلوچ اس وقت جنگل سے واپسی کا سفر طے کر رہے تھے مگر جنگل تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ مسٹر بلوچ کا جسم بالکل بے جان سا ہو چکا تھا اور بہت زیادہ کھردرا اور سخت بھی۔ اس کا ذہن اس وقت دو طرح سے سوچ رہا تھا۔ کبھی ایک لڑکی بن کر اور کبھی ایک لڑکا بن کر۔ لیکن اس کے تینوں دوستوں میں کوئی ایک دوست ایسا موجود تھا جس کی موجودگی کے باعث اس کے اندر کی عورت اس پر حاوی ہونے سے قاصر ہو رہی تھی۔۔۔ کوئی تو وجہ تھی کہ مسٹر بلوچ میں موجود فہمیدہ کا سحر کام نہیں کر رہا تھا۔ مسٹر بلوچ خود پر اپنا اختیار کھو چکا تھا۔ لیکن دوستوں کے ملنے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ کوئی ایسی طاقت بھی ان کے گرد منڈلا رہی ہے جس کی بدولت اس کے دوستوں کو نقصان پہنچانا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔۔۔ چنانچہ مسٹر بلوچ عرف فہمیدہ اس وقت کوئی پلان ترتیب دے رہی تھی ۔۔ ایک ایسا پلان جس کے باعث سبھی دوست بکھر جائیں ۔۔ اور فہمیدہ کسی ایک پر غلبہ پا سکے۔

جنگل میں داخلہ چونکہ مسٹر بلوچ کی بدولت ممکن ہوا تھا اس لیے اب مسٹر بلوچ یعنی مس فہمیدہ کی مرضی سے سب چل رہے تھے۔

☆☆☆

ابے اور کتنا چلوائے گا۔۔ معصوم کی جان لے گا کیا؟ حماد بالآخر رو پڑا۔

بس یار ایک ڈیڑھ کلومیٹر رہ گیا ہے شاید۔۔۔ مسٹر بلوچ نے جواب دیا

یار تجھے نہیں لگتا کہ اس وقت تُو انسان کم اور جانور زیادہ محسوس ہو رہا ہے؟ حماد نے جواب سن کر کہا

کیوں ایسی کیا بات ہو گئی؟ بالکل ویسا ہی تو ہوں۔۔ مسٹر بلوچ نے کہا

یار ویسے حماد ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میں ایک ڈنگر ڈاکٹر ہوں اور جب تو نیچے پڑا ہوا تھا بالکل گدھا لگ رہا تھا۔۔ مم میرا مطلب ہے کہ تیری جلد اس طرح کی ہو چکی تھی۔۔۔ لیکن حیرت کی بات ہے تو نا صرف زندہ سلامت ہمارے ساتھ چل رہا ہے بلکہ انسانوں کی طرح باتیں بھی کر رہا ہے۔ لیکن تیری باتوں میں کوئی انسانیت نظر نہیں آ رہی۔۔۔ اس مرتبہ ناٹی میر نے تھوڑی تقریر کرتے ہوئے کہا۔

یار تم لوگوں کو اگر میں کوئی ڈنگر دکھائی دے رہا ہوں تو جاؤ اپنے ساتھ چلنے کے لیے کوئی انسان پکڑ لاؤ۔۔۔ تم سب جانتے ہو جنگل میں آٹھ گھنٹے گزارنے کے بعد مٹی کی وجہ سے جسم جانوروں جیسا لگ رہا ہے۔ پھر بھی پوائنٹ مار رہے ہو۔۔ تم لوگ کونسا کم دکھائی دے رہے ہو۔۔ وقاص کی طرف دیکھ لو۔۔ بالکل ریگستانی اونٹ لگ رہا ہے۔۔ اور میر پا جی اپنے بال تو دیکھو جیسے جھاڑیوں میں بمب چل گیا ہو۔۔ اور حماد پا جی آپ تو خیر بات ہی نا کریں۔۔۔ مسٹر بلوچ برس پڑا۔

مسٹر بلوچ کی طرف سے خاطر تواضع کے بعد سب نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔۔۔ اور چپکے سے ساتھ چل دیئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد پانی کی چھوٹی چھوٹی دلدلیں شروع ہو گئیں۔۔۔ حماد کو انجانی سی بے چینی لگ گئی تھی کوئی طاقت تھی جو اسے آگے جانے سے روکنا چاہتی تھی مگر اس نے اپنے تمام تر خدشات کو وہم سمجھ کر



نظر انداز کر دیا۔تھوڑا آگے چلنے کے بعد مسٹر بلوچ کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔۔۔وقاص مسٹر بلوچ کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھا تو اچانک پھسل کر دلدل میں دھنس گیا۔۔وقاص نے ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیئے وقاص کو دلدل سے بچانے کی خاطر حماد اور میر بھی پیچھے لپک پڑے اور دلدل میں دھنس گئے۔۔۔اچانک انہیں ایسے محسوس ہوا جیسے ان کی ٹانگیں نیچے سے کسی نے زمین میں کھینچ لی ہوں۔۔اس کے ساتھ ہی سب کے دماغوں میں اندھیرا چھا گیا۔۔لیکن بیہوش ہونے سے قبل مسٹر بلوچ دلدل کے عین درمیان میں کھڑا تھا لیکن دلدل میں نہیں دھنسا تھا یہ سین حماد دیکھ چکا تھا۔۔مگر وقاص کی ٹینشن میں اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔اور دلدل میں دھنس گیا۔۔

☆☆☆



کھجل سائیں اور اُستاد بشیر

حماد کی آنکھیں کھلیں تو خود کو اس نے ایک بند کمرے میں پایا۔۔اسے رسیوں سے جکڑا گیا تھا۔کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور دو جنگلی اندر داخل ہوئے۔۔ دونوں حماد کو اٹھا کر باہر لے آئے اور ایک کچے راستے سے چلتے ہوئے ایک جھونپڑی کے سامنے پھینک دیا۔۔۔جھونپڑی کا پردہ ہٹا اور ایک 60 سالہ بزرگ باہر نکلا۔۔۔جس کے گلے میں ہڈیوں کی مالا تھی۔جسم پر ایک لنگوٹی کے سوا کچھ نہیں تھا اور ہاتھ میں سانپ کی سری والی چھڑی پکڑی ہوئی تھی۔چہرے پر فُل خباثت جھلک رہی تھی۔۔۔۔یہ شخص یقیناً کھجل سائیں ہی تھا۔۔۔

تو تُو ہے وہ بالک۔۔۔جس کے کارن فہمیدہ دیوی کو مسلسل ناکامی ہو رہی تھی۔۔۔کھجل سائیں نے داڑھی کھجاتے ہوئے حماد کے قریب آ کر سوال کیا۔

مم۔۔مم۔۔میں سمجھا نہیں انکل۔۔۔۔حماد نے ہکلاتے ہوئے کہا۔حماد کی کپکپاہٹ دیکھ کر کھجل مُسکرا دیا۔

تیری پاس ایک ایسی شکتی ہے مورکھ۔۔۔جس کے ہوتے ہوئے کوئی سفلی طاقت تیرے اوپر اثر انداز نہیں ہو رہی۔اگر جان سلامت چاہتا ہے تو اُس شکتی کا راز بتا دے۔۔۔پھر تجھے اور تیرے دوستوں کو کھجل سائیں یہاں سے زندہ جانے دے گا۔کھجل نے مکاری کرتے ہوئے کہا۔

اور اگر تو شکتی کا راز نہیں بتائے گا۔۔تو سفلی علم تجھ پر عمل کرنے نا کرے۔۔یہ لوہے کا راڈ تیری کوئی ہڈی سلامت نہیں چھوڑے گا۔کھجل نے غرا کر کہا۔

مم۔۔مم۔۔میرے پاس سائیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔چاہے میری ساری تلاشی لے لو۔حماد نے روتے ہوئے کہا۔

وہ تو ہم لے ہی چکے ہیں۔۔لیکن ضرور تو نے کچھ چھپایا ہوا ہے۔۔۔تُو ابھی بولے گا۔۔۔یہ کہتے ہی کھجل نے چھڑی ہوا میں لہرائی لیکن اس سے پہلے چھڑی حماد کے جسم سے ٹکراتی۔۔اچانک ایک بلند آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔جس نے سب کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا تھا۔

اس نوجوان کے پاس ایسا کچھ نہیں ہے۔۔جس کی تجھے تلاش ہے وہ میرے پاس ہے۔۔۔

ایک پچاس سالہ شخص تقریباً پچاس میٹر کے فاصلے پر پر سکون کھڑا تھا۔۔۔اسے دیکھتے ہی حماد نے قلقاری بھری اور خوشی سے نعرہ لگایا۔

جیو۔۔استاد بشیر۔۔۔۔جیو۔۔۔۔یہ الفاظ سُن کر استاد بشیر مسکرا دیا۔۔۔اور پر سکون انداز میں کھجل کی طرف بڑھنے لگا۔





ناٹی میر اور سید وقاص کی آنکھیں ایک بند کمرے میں کھلیں۔۔۔جبکہ حماد بدستور بیہوش تھا۔دونوں کو بیلوں کی مدد سے باندھا گیا تھا۔جبکہ حماد کو خصوصی طور پر رسے کے ساتھ باندھا گیا تھا۔۔۔کچھ دیر بعد دو جنگلی آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور حماد کو اٹھا کر باہر لے گئے۔سید وقاص اور ناٹی میر نے زبان کھولنا چاہی مگر ایک جنگلی کی لاوا اگلتی آنکھیں دیکھ کر خاموشی پر اکتفا کر گئے۔دونوں جنگلی حماد کو باہر لیجا چکے تھے۔۔۔اب کمرے میں صرف ناٹی میر اور سید وقاص بیلوں کی مدد سے جکڑے ہوئے تھے موجود تھے۔۔دونوں کو دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بٹھایا گیا تھا۔دیواریں بھی کچی مٹی سے بنائی گئی تھیں۔۔جن کے اوپر گوبر کا لیپ کیا گیا تھا۔اور چھت پر کسی آئرن گارڈر کی بجائے ایک موٹا چوڑا درخت کا تنا اور لکڑیاں لگائی گئیں تھی۔دونوں نے بیلیں کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔لیکن بیلیں کافی مضبوطی سے باندھی گئیں تھیں۔۔۔اس وجہ سے ناکامی مقدر ٹھہری۔۔۔بالآ کر دونوں ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے اور آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگے۔

کچھ دیر بعد تیز اور سرد ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں جو رفتہ رفتہ ایک بڑے طوفان میں بدل گئیں۔سید وقاص اور ناٹی میر کے چہرے پر خوف منڈلانے لگا کیونکہ کسی بھی لمحے تیز طوفان کی وجہ سے بغیر کسی جوڑ کے لکڑیوں سے بنی ہوئی چھت کا ملبہ ان کے اوپر آ سکتا تھا۔۔اچانک تیز ہوا کی وجہ سے کمرے کا دروازہ زور سے دھڑکا۔۔اور کمرے کا کنڈا ڈھیلا پڑ گیا۔۔۔لیکن جیسے ہی سید وقاص کا دھیان کنڈے کے ڈھیلے ہونے کی طرف پڑا اس کے ذہن میں ان بیلوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی ترکیب سما گئی۔سید وقاص جلدی سے جمپنگ کرتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور آہنی کنڈے کے اُکھڑے ہوئے ایک چھوٹے سے لوہے کے ٹکڑے کے ساتھ بیلوں کو رگڑنے لگا۔ناٹی میر کی آنکھوں میں بھی چمک ابھر آئی۔اور وہ بھی جمپنگ کرتا ہوا وقاص کے قریب پہنچ گیا۔سید وقاص تب تک ایک بیل کاٹ چکا تھا۔بس ایک بیل کٹنے کی دیر تھی باقی بیلیں ڈھیلی پڑ گئیں اور سائیں نے جلدی سے بیلوں سے چھٹکارہ حاصل کر لیں۔اپنے پاؤں کی بیلیں بھی کھولنے کے بعد سائیں نے جلدی سے ناٹی میر کو بھی بیلوں سے آزادی دلوائی اور اس کے ساتھ ہی دونوں نے کمرے سے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔دونوں نے پیچھے مڑ کر بالکل بھی دیکھنا گوارہ نا کیا۔انہیں صرف بھاگتے رہنا تھا۔۔اُس وقت تک۔۔۔جب تک کہ اُن کو اتنا اطمینان نا ہو جاتا کہ اب وہ جنگلیوں کی پہنچ سے دور نکل چکے ہیں۔



کھجل سائیں نے استاد بشیر کو دیکھتے ہی منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر استاد بشیر پر پھونکا۔۔۔مگر کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا۔۔۔ایک لمحے کے لیے تو کھجل سائیں بوکھلا گیا۔۔۔لیکن دوسرے لمحے کھجل سائیں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سانپ کی سِری والی چھڑی ہوا میں لہرائی اور ساتھ ہی تیز ہوائیں چلنے لگیں چند لحات میں ہی ہوائیں تیز ہو کر طوفان میں بدل گئیں۔۔استاد بشیر نے بے اختیار آنکھوں پر بازو رکھ گیا۔اور تیز رفتاری کے ساتھ حماد کی جانب بڑھنے لگا۔اسے اس وقت صرف حماد کی فرق تھی۔حماد کے پاس پہنچتے ہی استاد بشیر نے اُس کی رسیاں کھول دیں۔۔۔کھجل سائیں اس دوران کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔۔۔استاد بشیر جلدی سے کھجل



سائیں کی تلاش میں اُس کی جھونپڑی کی طرف بھاگا۔جھونپڑی میں چند انسانی ہڈیاں استاد بشیر کا منہ چڑا رہی تھیں۔استاد بشیر ڈھیلے قدموں جھونپڑی سے باہر نکلا اور واپس حماد کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔لیکن اب وہاں حماد بھی موجود نا تھا۔۔۔استاد بشیر تھکا ہارا وہیں ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔۔کیونکہ کھجل سائیں اپنا کھیل خوبصورتی سے کھیل چکا تھا۔

☆☆☆

عمر اسلام کو فاخرہ کے ساتھ گُل خان کے کمرے کی جانب روانہ کر دیا گیا۔گُل خان کے کمرے میں پہنچتے ہی عمر اسلام نے ایک نظر کمرے کا جائزہ لیا اور اُس کے بعد خوبصورت جنگلی دوشیزہ فاخرہ کا سر تا پا بغور جائزہ لیا اور بولا:

تم باقی جنگلیوں کے جیسی نہیں ہو۔۔۔۔بلکہ تم اِس جنگل کی ہو ہی نہیں۔۔۔کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟عمر اسلام فاخرہ سے مخاطب ہوا

اجنبی۔۔تمہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔فاخرہ نے جواب دیا لیکن فاخرہ کی جھنجھلاہٹ عمر اسلام کی نظروں سے چھپی نا رہ سکی۔

کیا تمہیں بھی یہاں پر بندی بنایا گیا ہے؟اور یہ گُل خان بھی ان جنگلوں کا رہنے والا نہیں ہے۔شکل وصورت سے تو یہ خیبر پختون خواہ کا کوئی باشندہ محسوس ہوتا ہے۔اس کا قد کاٹھ چال ڈھال بالکل بھی اِن جنگلیوں جیسا نہیں ہے۔۔۔دیکھو فاخرہ۔۔۔میں تمہیں یہاں سے آزادی دلوا سکتا ہوں۔لیکن اگر تم میرا ساتھ دو ۔۔تو۔۔عمر اسلام نے ذہن میں ایک پلان ترتیب دیتے ہوئے کہا۔

تم نے ٹھیک سمجھا اجنبی۔۔لیکن سردار۔۔۔۔سردار بہت خطرناک ہے۔کہا جاتا ہے پچھلے چالیس سال سے سردار کی عمر اتنی ہی ہے جتنی اُس وقت تھی۔سردار بظاہر جس قدر سادہ مزاج دکھائی دیتا ہے یہ اُس قدر سادہ ہے نہیں۔۔۔اگر زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگنے کا خیال دل سے نکال دو۔۔۔اوہ لگتا ہے کوئی آ رہا ہے۔۔فاخرہ نے بات کا جواب دیتے ہوئے کہا اور جلدی سے باہر چلی گئی۔لیکن اس دوران عمر اسلام نہایت چالاکی سے فاخرہ کے سر کا ایک بال نجانے کس مقصد کے تحت اپنی مٹھی میں لے چکا تھا۔۔۔فاخرہ کے جانے کے بعد مٹھی کھول کر اُس کا لیا ہوا بال دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکرانے لگا۔

☆☆☆



مسٹر بلوچ کی دوہری شخصیت

سید وقاص اور نائی میر تھک ہار کر ایک جگہ رُک گئے اور سانسیں بحال کرنے لگے۔۔۔ساتھ ہی ساتھ لوکیشن کا اندازہ لگانے لگے۔۔سید وقاص چونکہ ماہر شکاری تھا اس لیے جنگل میں اتنا بھٹکنے کے باوجود کچھ کچھ لوکیشن کا جائزہ لگا چلا تھا۔۔سید وقاص نائی میر کے ساتھ لیکر ایک سمت چل دیا۔۔۔کچھ دور جانے کے بعد انہیں ایک ندی کا کنارہ دکھائی دیا۔۔دونوں جلدی سے کنارے کی طرف بڑھ گئے۔۔ندی پر پہنچ کر خوب سیر ہو کر پانی پیا۔جنگل کے عجیب وغریب پھلوں کے ذائقوں سے خوب پیٹ سیر کیا۔اور کنارے کنارے چل دیئے۔۔۔کچھ دور جانے کے بعد انہیں ایک لکڑی کا سائن بورڈ دکھائی دیا۔۔جس پر آڑھے ترچھے الفاظ میں فہمیدہ ویل لکھا ہوا تھا۔۔۔دونوں خوش ہوئے کیونکہ انہیں لگا کہ شاید یہاں کوئی مہذب انسانی آبادی ان کی مدد کے لیے انہیں مل جائے گی۔سائن بورڈ پر لگے تیر کے اشارے کی جانب دونوں چل دیئے۔۔ایک ڈیڑھ کلومیٹر جنگل میں چلنے کے بعد بالآخر دونوں جیسے ہی کنویں کے نزدیک پہنچے انہیں مسٹر بلوچ کنویں کی منڈیر کے ساتھ سر جھکائے خاموش کھڑا دکھائی دیا۔دونوں مسٹر بلوچ کے قریب پہنچ گئے۔مسٹر بلوچ بدستور خاموش کھڑا تھا جیسے اسے ان کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔

یار مسٹر بلوچ یہاں سے ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور ایک ندی بہتی ہے۔تُو وہاں جا کر نہا کیوں نہیں لیتا؟۔۔۔انسان کم گدھا زیادہ لگ رہا ہے۔۔ہمیں مشکل میں چھوڑ کر یہاں بیٹھا ہجر کا سوگ منا رہا ہے کیا؟۔۔۔نائی میر نے قریب پہنچ کر مسٹر بلوچ کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنا بازو مسٹر بلوچ کے کندھے کے گرد حائل کر لیا۔۔۔

نائی میر کا اتنا کہنے کی دیر تھی کہ مسٹر بلوچ کے گلے سے کسی جانور کے جیسے گرانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یار یہ تو پورے کا پورا گدھا بن چکا ہے۔۔۔یہ دیکھ کیسے غرا رہا ہے۔۔۔اس مرتبہ سید وقاص نے نائی میر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مسٹر بلوچ نے سید وقاص کی بات سن پر اپنی نظریں اٹھائیں تو نائی میر اور سید وقاص حقیقی معنوں میں اس سے خوفزدہ ہو گئے۔کیونکہ اس وقت اس کی آنکھیں کسی آدمخور درندے کی مانند تھیں۔دیکھتے ہی دیکھتے مسٹر بلوچ کے بال بھی بڑھنا شروع ہو گئے اور کنویں کے اندر تک چلے گئے۔مسٹر بلوچ کا چہرہ کسی چڑیل کے چہرے میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا۔مسٹر بلوچ نے سید وقاص کی آنکھوں میں دیکھا اور وقاص وہیں منجمند ہو گیا۔۔نائی میر پر دونوں کی حالت دیکھ کر سکتہ طاری ہو گیا۔

مجھے گدھا بولا۔۔۔۔اب دیکھ تجھے بھی گدھا بناتی ہوں۔۔مسٹر بلوچ کے حلق سے کرخت نسوانی آواز نکلی اور ساتھ ہی آنکھوں میں لاوے ابلنے لگے۔وہی لاوے اب وقاص کی آنکھوں میں بھی ابلنے شروع ہو گئے۔۔۔سید وقاص کا جسم بدلنا شروع ہو گیا۔۔کچھ ہی دیر میں سید وقاص مکمل طور پر بدل چکا تھا۔

مسٹر بلوچ نے اب میر کی طرف دیکھا لیکن میر سمجھ گیا تھا کہ نظروں سے نظریں ملتے ہی وہ بھی پھنس جائے گا اس لیے میر نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے بجائے جنگل کی طرف دوڑ لگا دی۔مسٹر بلوچ سائیں پر سوار ہو کر نائی میر کے پیچھے لگ گیا۔

☆☆☆



عمر اسلام فاخرہ کے باہر جاتے ہی کمرے سے باہر نکلا راہداری میں بائیں جانب دبے قدموں سے بھاگنے لگا۔۔۔ راہداری آگے جا کر مڑ گئی۔۔عمر اسلام نے مڑنے سے پہلے وہاں کسی کی موجودگی کا جائزہ لیا۔۔اور کسی کو وہاں نا پا کر راہداری عبور کر گیا۔۔راہداری کا اختتام ایک حال پر ہوا۔حال میں ایک بڑا دروازہ جو کہ یقیناً صحن کا تھا عمر اسلام اس دروازے کی طرف بڑھا۔۔ پہلے عمر اسلام نے جھرنے کی مدد سے باہر کا جائزہ لیا کسی کو وہاں نا پا کر ہلکے سے دروازہ کھول باہر نکل گیا۔۔۔شاید کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کوئی قیدی اتنی چالاکی دکھا سکتا ہے۔۔اس لیے سکیورٹی اتنی سخت نہیں رکھی گئی تھی۔۔ یا پھر شاید یہاں انسانوں کی سکیورٹی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔۔ کیونکہ ماحول ایسے پر اسرار تھا جیسے خفیہ آنکھیں ہر لمحہ عمر اسلام پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔صحن میں داخل ہوتے ہی عمر اسلام بائیں جانب کے گراؤنڈ میں داخل ہوا۔۔گراؤنڈ میں کیاریوں کے عقبی طرف چلا گیا۔۔۔ وہاں پر اسے ایک گھٹر کا ڈھکن دکھائی دیا۔عمر اسلام نے جلدی سے ڈھکن اٹھایا اور گٹر میں داخل ہو گیا۔۔عمر اسلام گٹر کے راستے تیزی سے بھاگنے لگا۔۔کافی لمبی مسافت کے بعد ایک گٹر کا ڈھکن اٹھا کر باہر نکلا تو خود کو ایک اور صحن میں پایا۔۔یہ ایک خالی مکان تھا۔۔عمر اسلام جلدی سے دوڑ کر برآمدے میں داخل ہوا اور اس کے بعد برآمدے میں سے ہوتا ہوا ایک راہداری میں داخل ہو گیا۔ابھی چند قدم آگے ہی بڑھا تھا کہ اچانک اس کے سر پر ایک دھماکہ سا ہوا۔۔اور فضا میں ٹھب کی آواز گونج گئی۔۔۔عمر اسلام کے حواس اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔۔۔ آخری آواز عمر اسلام کے کانوں میں جو پڑی وہ یہ تھی۔۔۔

خوچہ۔۔۔ہم سے بھاگ کر کدھر جاتی؟



☆☆☆

استاد بشیر کے کھجل سائیں کی جھونپڑی کی بھاگتے ہی طوفان میں تیزی آ گئی۔۔۔اس طوفان نے حماد کو اچھال کر بہت دور گرا دیا۔۔طوفان کا مرکز وہی تھا جہاں کچھ لمحات پہلے کھجل سائیں عجیب سی ٹیڑھی میڑی سانپ کے منہ والی چھڑی لیکر کھڑا تھا۔مرکز قریب ہونے کے باعث ہی حماد اچھل کر دور جا گرا تھا۔

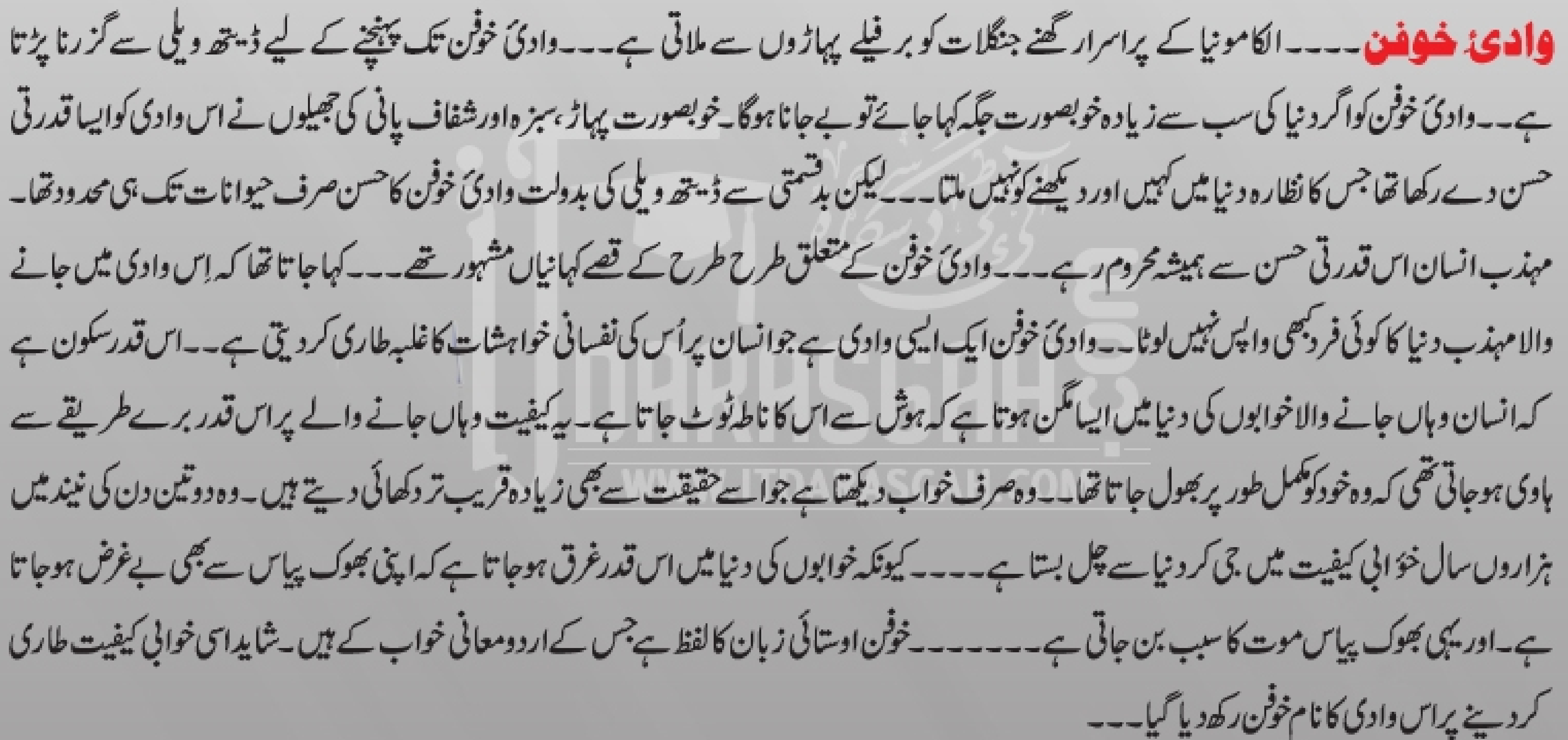
طوفان بتدریج بڑھ رہا تھا۔۔۔اس لیے حماد نے مرکز کی مخالف سمت دوڑ لگا دی۔دوڑتے دوڑتے بالآخر جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ خطرے سے نکل چکا ہے تب ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر ستانے لگا۔اسی طرح بیٹھے بیٹھے حماد کو نیند آ گئی اور نجانے کتنے گھنٹوں کے طویل آرام کے بعد جب دوبارہ بیدار ہوا اس کے کانوں میں دور سے کسی دوڑتے ہوئے جانور کے قدموں کی آوازیں پڑیں۔۔۔حماد نے آواز کی سمت کا اندازہ لگایا اور درخت کے پیچھے چھپ گیا۔کچھ دیر بعد آوازیں نزدیک آنا شروع ہو گئیں۔۔۔لیکن اس مرتبہ اینٹری کسی جانور کی بجائے ناٹی میر کی ہوئی جو کہ بے تحاشا مارے خوف کے دوڑا چلا آ رہا تھا۔۔۔اس سے پہلے کہ حماد میر کی طرف بڑھتا اسے میر کے پیچھے مسٹر بلوچ دکھائی دیا۔۔۔جو کہ اس وقت ایک گدھے پر سوار تھا۔۔اسی وقت حماد کے ذہن میں اس کے دلدل میں

دھنس جانے کا منظر گھوم گیا جب تینوں دوست ڈوب رہے تھے اور مسٹر بلوچ دلدل کے پانی کے اوپر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

حماد جلدی سے ناٹی میر کی طرف بڑھا۔۔۔ ناٹی میر نے حماد کو اپنے ساتھ دیکھا تو اس کے کچھ اوسان بحال ہوئے۔۔مگر میر بدستور مسٹر بلوچ سے خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا۔۔ناٹی میر حماد کے پیچھے کھڑا ہو گیا گویا کہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔۔جبکہ مسٹر بلوچ گدھے پر سوار حماد کی طرف ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی شہہ سوار میدان جنگ میں دشمن کی طرف دیکھتا ہے۔۔حماد نے مسٹر بلوچ کو بغور دیکھا اور شرارت بھرے انداز میں کہا:

دیکھا ہے پہلی بار۔۔۔کھوتے پہ کھوتا سوار

☆☆☆



وادئ خوفن۔۔۔ الکامونیا کے پراسرار گھنے جنگلات کو برفیلے پہاڑوں سے ملاتی ہے۔۔۔وادئ خوفن تک پہنچنے کے لیے ڈیتھ ویلی سے گزرنا پڑتا ہے۔۔وادئ خوفن کو اگر دنیا کی سب سے زیادہ خوبصورت جگہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔خوبصورت پہاڑ، سبزہ اور شفاف پانی کی جھیلوں نے اس وادی کو ایسا قدرتی حسن دے رکھا تھا جس کا نظارہ دنیا میں کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملتا۔۔۔لیکن بدقسمتی سے ڈیتھ ویلی کی بدولت وادئ خوفن کا حسن صرف حیوانات تک ہی محدود تھا۔ مہذب انسان اس قدرتی حسن سے ہمیشہ محروم رہے۔۔۔وادئ خوفن کے متعلق طرح طرح کے قصے کہانیاں مشہور تھے۔۔۔کہا جاتا تھا کہ اِس وادی میں جانے والا مہذب دنیا کا کوئی فرد کبھی واپس نہیں لوٹا۔۔۔وادئ خوفن ایک ایسی وادی ہے جو انسان پر اُس کی نفسانی خواہشات کا غلبہ طاری کر دیتی ہے۔۔اس قدر سکون ہے کہ انسان وہاں جانے والا خوابوں کی دنیا میں ایسا مگن ہوتا ہے کہ ہوش سے اس کا ناطہ ٹوٹ جاتا ہے۔یہ کیفیت وہاں جانے والے پر اس قدر برے طریقے سے حاوی ہو جاتی تھی کہ وہ خود کو مکمل طور پر بھول جاتا تھا۔۔۔وہ صرف خواب دیکھتا ہے جو اسے حقیقت سے بھی زیادہ قریب تر دکھائی دیتے ہیں۔وہ دو تین دن کی نیند میں ہزاروں سال خوابی کیفیت میں جی کر دنیا سے چل بستا ہے۔۔۔کیونکہ خوابوں کی دنیا میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اپنی بھوک پیاس سے بھی بے غرض ہو جاتا ہے۔اور یہی بھوک پیاس موت کا سبب بن جاتی ہے۔۔۔۔۔۔خوفن اوستائی زبان کا لفظ ہے جس کے اردو معانی خواب کے ہیں۔شاید اسی خوابی کیفیت طاری کر دینے پر اس وادی کا نام خوفن رکھ دیا گیا۔۔۔



☆☆☆



فاخرہ

عمر اسلام کو اس مرتبہ پھر اسی ہال میں گل خان کے سامنے ہوش آیا۔۔۔ یہ الگ بات ہے ہوش آتے ہی اُس کے دوبارہ ہوش اُڑ گئے تھے۔۔۔ اس مرتبہ عمر اسلام پہلے کی نسبت بہت زیادہ ڈرا ہوا تھا۔۔۔ جبکہ گل خان کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔۔۔۔

خوچہ۔۔ ہم سے بچ کر کدھر جاتی ؟۔۔۔ خوچہ اِس محل میں آ کر بھاگنے کی کوشش کرنے والے تم پہلے فرد نہیں ہو۔۔ تم سے پہلے بھی بہت لوگ اِدھر آ چکا ہے اور اسی طرح سیر سپاٹا کر کے واپس ہمارے محل میں آ چکا ہے۔۔ یہ دیکھو۔۔۔ فاخرہ۔۔ ہمارا سب اچھا دربارن۔۔۔ خوچہ تم کیا سمجھتا ہے فاخرہ کو کچھ پتہ نہیں۔۔۔ تمہارے بھاگنے اور پھر واپس ہمارے پاس آنے تک اس کا پورا نظر تمہارے اوپر تھی۔۔۔ پہلے یہ بھی تمہارے طرح اِدھر آئی تھی۔۔۔ اس نے بھی بھاگنے کی کوشش کی لیکن گل خان نے اس کو بندی بنا لیا۔ اس کا وفاداری دیکھ کر اپنی خاص دربارن بنا لیا۔۔۔ خوچہ۔۔ چاہو تو تم بھی ہمارا خاص۔۔۔۔ درباری بن سکتا ہے۔ بولو منظور ہے؟۔۔۔ گل خان نے تخت پر بیٹھے بیٹھے تقریر کرتے ہوئے کہا۔۔

جج جج جی سردار۔۔۔ میں آپ کی ہر بات ماننے کو تیار ہوں۔۔۔ لیکن خدا کا واسطہ ہم کو زندہ چھوڑ دو۔ عمر اسلام نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ اس مرتبہ گل خان نے فاخرہ کو کہہ عمر اسلام کو ایک اور کمرے میں بھجوا دیا۔۔ جہاں پر کوئی بستر نہیں تھا صرف ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ عمر اسلام نے اندر آتے ہی فاخرہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔۔۔

مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔ خود تو گل خان کے تلوے چاٹ رہی ہو۔۔ غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہو۔۔۔ لیکن ساتھ میں دوسروں کی زندگیوں کے ساتھ بھی کھیل رہی ہو۔۔۔

یہ سن کر فاخرہ نے عمر اسلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

میں مجبور تھی۔۔ گل خان کی شکتیوں کو تم نہیں جانتے۔۔۔ اگر میں تمہارے ساتھ ہوتی تو یقیناً اب تک میری لاش فہمیدہ ویل میں تیر رہی ہوتی۔۔۔ آزادی ہمارا حق ہے۔۔۔ لیکن اب ہماری آزادی پر صرف گل خان کا حق ہے۔۔ بہتر یہی ہے اجنبی۔۔۔ تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ۔ فاخرہ یہ کہتے ہوئے باہر چلی گئی۔

اس مرتبہ عمر اسلام نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ نتیجہ اسے بخوبی معلوم تھا۔۔۔ وہ ٹمب کی آواز ابھی تک اس کے دماغ میں کسی گُرز کی طرح بج رہی تھی۔۔۔ لیکن اس مرتبہ عمر اسلام کے دماغ میں ایک نیا پلان جنم لے رہا تھا۔ عمر اسلام نے جیب سے ایک کاغذ کی پُڑیا باہر نکالی جس میں فاخرہ کے سر کا بال موجود تھا۔۔۔





ڈھینچوں ڈھینچوں

ناٹی میر نے جب حماد کو مسٹر بلوچ پر آواز کستے ہوئے سنا تب فوری طور پر حماد سے کہا۔

اس کی آنکھوں میں مت جھانکنا۔ مسٹر بلوچ پر فہمیدہ ویل کی چڑیل قابض ہو چکی ہے۔۔۔ناٹی میر کی ہدایت سنتے ہی حماد نے نظریں پھیر لیں۔۔

اور یہ جس پر بیٹھا ہوا ہے یہ سید وقاص ہے۔۔اسے بلوچ نے اپنے جادو سے گدھا بنا دیا ہے۔ناٹی میر نے ایک دوسرا انکشاف کرتے ہوئے کہا

اوئے۔۔۔کیا تُو واقعی سید وقاص ہے؟۔۔حماد نے گدھے سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔جبکہ مسٹر بلوچ انتظار میں تھا کہ کب حماد یا ناٹی میر اُس کی آنکھوں میں جھانکنے کی غلطی کرے۔۔

ڈھینچوں۔۔۔ڈھیںین چوں ں ں ں۔۔سید وقاص نے جواب دیا۔۔لیکن اس کی آواز سن کر اس قدر خراب سچوئشن میں بھی حماد اور میر کی ہنسی نکل گئی۔

ناٹی میر۔۔ہوش سے کام لو۔۔تُم نے ساری زندگی گدھوں کی تحقیق پر سرف کر دی۔۔تم چاہو تو سید وقاص کو اپنی مرضی سے ڈیل کر کے مسٹر بلوچ کا حملہ ناکام بنا سکتے ہو۔۔حماد نے آہستہ سے پنجابی زبان میں یہ فقرہ ناٹی میر سے کہا تا کہ وقاص اور مسٹر بلوچ کو سمجھ نا لگے۔۔ناٹی میر نے فوری طور پر ساتھ لگے درخت سے ایک ٹہنی توڑی۔۔۔اور مسٹر بلوچ کی آنکھوں میں دیکھے بغیر سید وقاص کی طرف دوڑا اور لہرا کر زور سے چھڑی سید وقاص کو دے ماری۔۔سید وقاص یعنی گدھا فوری طور پر سرپٹ دوڑنے لگا۔۔حماد نے بھی ایک چھڑی توڑ لی تھی۔۔اب حماد اور ناٹی میر گدھے کے پیچھے تھے اور مسٹر بلوچ یعنی فہمیدہ چیخیں مارتی ہوئی گدھے کی مرضی کے راستے پر جا رہی تھی۔۔۔

انہیں اُسی کنوئیں کی طرف لیجاتے ہیں۔۔۔ناٹی میر نے پنجابی میں حماد سے کہا۔۔۔اور ساتھ ہی دوڑتے دوڑتے پنجابی میں پورا قصہ بھی سنا دیا۔

اب مسٹر بلوچ/فہمیدہ اور سائیں وقاص/گدھا۔۔ناٹی میر اور حماد کی مرضی کی منزل کی طرف جا رہے تھے۔





ٹارزن

ڈیتھ ویلی کا ٹارزن مبین علی مور ہنس بڑی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔۔۔اور ایک غمگین جنگلی گیت گنگنا رہا تھا۔۔۔مبین علی اس وقت ایک گدھے کی کھال کے جھانگیے میں ملبوس تھا۔اور پیٹھ پر ایک رسی کی مدد سے جھاڑو باندھا ہوا تھا۔۔۔مبین علی کے نام کے ساتھ مور ہنس کا اضافہ اس وجہ سے ہوا کہ اسے مُر بہت پسند تھا ئر کی مناسبت سے اس نے اپنے نام کے ساتھ ہنس کا اضافہ کرلیا اور مور اس کا پسندیدہ جانور تھا اِس قدر پسندیدہ کہ وہ اکثر یہی سوچتا کہ کاش میں انسان کی بجائے ایک خوبصورت مور ہوتا۔۔اُس نے خود کو مور کے ساتھ تشبیہہ دینے کے لیے پیچھے ایک لمبا جھاڑو پھیلا کر باندھا ہوا تھا۔ٹہلتے ٹہلتے اچانک اس کا پاؤں کا ایک کیلے کے چھلکے پر پڑا اور پھسل کر گر گیا۔۔گرتے ہی جلدی سے مبین علی/ ٹارزن نے چاروں اطراف کا جائزہ لیا کہ کہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔۔تا کہ بستی سے بچ جائے۔۔اور جلدے سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔سب سے پہلے اس نے اپنا جھاڑو دوبارہ ایڈ جسٹ کیا۔۔لیکن اس کی اس حرکت کے بعد اسی ۔۔چیں چیں چیں کی آوازیں سنائی دیں۔۔اس نے آوازوں کی سمت کی جانب دیکھا تو ایک درخت پر اسے منکو بیٹھا ہوا نظر آیا۔۔۔مبین سمجھ گیا کہ اُسے گرانے کی سازش منکو کی تھی۔۔فوری نہایت غصے سے آگے بڑھا۔۔۔مبین علی آگے بڑھ کر درخت پر چڑھ کر منکو کی واٹ لگانے کی سوچ رہا تھا۔۔۔لیکن جیسے ہی آگے بڑھا ایک اور کیلے کے چھلکے پر پاؤں آنے سے پھسل کر گر پڑا اور اپنی کمر پکڑ کر بیٹھ گیا۔۔اِس مرتبہ چیں چیں کی آوازیں مخالف سمت سے آرہی تھیں۔۔مخالف سمت نظر دوڑائی تو اسے چنکو بھی ایک درخت پر بیٹھا کیلے کھاتا ہوا دکھائی دیا۔مبین علی نے اٹھنے کی کوشش کی اور ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ اچانک پھر سے پھسل کر گر پڑا اِس مرتبہ شرارت چنکو نے کی تھی۔۔۔مبین علی بینگن جیسی شکل بنا کر وہیں زمین پر ہی لمبا ہو گیا۔۔کیونکہ کمر اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔۔مبین کی یہ حالت دیکھ کر سارے جنگلی جانور اکٹھے ہوئے اور سب نے مل کر اپنے بے تاج بادشاہ ٹارزن مبین علی مور ہنس کو احترام کے ساتھ اٹھایا اور اس کے بستر پر لیجا کر لٹا دیا۔۔۔کچھ ہی دیر میں لومڑی بی اندر داخل ہوئی اور ایک کپڑے میں برف باندھ کر مبین علی مور ہنس المعروف چاچا ٹارزن کی ٹکور کرنے لگ گئی۔۔۔

☆☆☆



سُوپر جینئس ڈاکٹر مکینیکل

ڈاکٹر مکینکل وادیٔ خوفن میں شاید واحد مہذب دنیا کا فرد تھا جو کہ ابھی تک زندہ تھا۔۔۔ڈاکٹر مکینیکل نے لکڑیوں کا ایک مکان بنایا ہوا تھا۔۔۔جس کے دائیں جانب کچھ دور ایک آبشار بہتی تھی اور بالکل سامنے نیچے اترتی ہوئی پہاڑیاں بائیں جانب سے ڈیتھ ویلی کے ہرے بھرے جنگلات دکھائی دیتے تھے۔۔لکڑی کے مکان کے اندر ہی ڈاکٹر مکینیکل نے ایک لیبارٹری بنائی ہوئی جہاں وہ طرح طرح کے تجربات کرتا رہتا تھا۔ڈاکٹر مکینیل یہاں پر پچھلے دس تیس سالوں سے رہائش پذیر تھا۔۔۔اپنی بے پناہ محنت اور لگن کے باعث ڈاکٹر مکینکل ایک ایسا حیرت انگیز مواصلاتی نظام ایجاد کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔۔۔جس کی مدد سے بجلی کو ریڈیائی لہروں میں تبدیل کر کے بغیر تاروں کے صرف سگنلز کی بدولت ہی دوسروں تک پہنچایا جاسکتا تھا۔ یہ ایک انقلابی ایجاد تھی۔۔

صرف یہی نہیں۔۔ڈاکٹر مکینیکل نے وائلنس کنٹرول کرکے اسے بجلی کی ریڈیائی لہروں میں تبدیل کرنے کا فارمولا بھی ایجاد کرلیا تھا۔۔۔ڈاکٹر مکینیکل کی تھیوری کے مطابق ہم لوگ جو باتیں کرتے ہیں اِن سے فضا میں جو ارتعاش پیدا ہوتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا بلکہ کائنات کے کسی نا کسی حصے میں دور نکل جاتا ہے۔۔۔اگر ہم چاہیں تو اس ارتعاش کو اپنی دنیا پر ہی روک سکتے ہیں۔۔۔اس ارتعاش کو قابو کرنے کے لیے ڈاکٹر مکینیکل نے ایک میگنیٹک وائلنس کنٹرولر ایجاد کیا تھا۔۔جس کا ایک بڑا انٹینا اس نے اپنے مکان کے اوپر نسب کر دیا تھا۔۔ندی کے شور کو اس انٹینا کی مدد سے وہ ریڈیائی الیکٹریسٹی ویوز میں تبدیل کرتا۔۔اور بغیر کسی پاور ہاؤس کے بجلی استعمال کرتا۔۔۔

ڈاکٹر مکینکل کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر سرکاری سطح پر وسیع پیمانے پر اس پراجیکٹ کو ہینڈل کیا جائے تو اس سے وائلنس پر قابو پا کر نا صرف بجلی کا حصول ممکن بنایا جاسکے گا بلکہ وائلنس کو ختم کر کے گلوبل وارمنگ کے خطرات کو بھی بہت زیادہ حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔۔۔جہاں اس سے وائلنس پر کنٹرول حاسل ہوگا وہیں وائلنس کنٹرولر کی مدد سے ایک ایسا ریڈیائی ٹرانسمیشن سسٹم بھی ترتیب دیا جاسکے گا کہ کرہ ارض پر بسنے والے ہر ذی روح کے منہ سے نکلے ہر ایک لفظ کو سنا جاسکے گا۔اس طرح دنیا کو گلوبل وارمنگ کے خطرات کے ساتھ ساتھ بڑھتے ہوئے جرائم سے بھی چھٹکارہ دلایا جاسکے گا۔





الکمونیا فاؤنڈر

انٹرکام کی بیل بجی تو صوفے پر نیم دراز بوڑھے آدمی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

سر فائیو سٹار ہوٹل سے خبر ملی ہے پچھلے ہفتے پانچ افراد پر مشتمل پاکستان سے الکامونیا آنے والا گروپ خفیہ طور پر ڈیتھ ویلی پہنچ چکا ہے۔۔سر۔۔ڈیتھ ویلی کے متعلق آپ نے خصوصی طور پر ہدایت کی تھی وہاں جانے والے ہر فرد پر کڑی نظر رکھی جائے۔۔یہ گروپ خفیہ طور پر ڈیتھ ویلی پہنچا لیکن ہماری سیکرٹ ایجنسی نے بالآخر کھوج نکال ہی لیا۔۔اب اس گروپ کے متعلق کیا حکم ہے؟۔۔دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی

ہمم۔۔۔مطلب یہ گروپ ہماری سکیورٹی کو ڈاج دے کر وہاں جانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ بھی اس قدر فول پروف پلاننگ کے ساتھ کہ ہمیں آج خبر مل رہی ہے پورے سات دِن بعد؟۔۔اب تو اس گروپ کو ڈیتھ ویلی میں جا کر ٹریس کرنا نہایت مشکل ہے۔۔بوڑھے شخص نے جواب دیا۔۔

خیر چھوڑیں ان باتوں کو فاطمہ آپی آپ یہ بتائیں کچھ مقصد پتہ چلا اُن کا۔۔وہ جنگلات میں کس غرض سے گئے ہیں؟ بوڑھے شخص نے دوبارہ سوال کیا۔

جی سر اس سلسلہ میں جو معلومات سامنے آئی ہیں ان کے مطابق اس گروپ کا سرغنہ سید وقاص ہیں جو کہ ایک منجھے ہوئے شکاری ہیں۔۔یہ شکار کی غرض سے ڈیتھ ویلی پہنچے ہیں۔دوسری طرف سے نسوانی آواز سنائی دی جو کہ یقیناً فاطمہ اقبال کی تھی۔

اوہ آئی سی۔۔۔اب اس گروپ کو پکڑنا ہمارے لیے نہایت ضروری ہو گیا ہے۔۔دو برس پہلے الکامونیا سے میرا انمول پرندہ بھی اسی طرح ایک شکاریوں کے گروہ کی آمد کے بعد غائب ہوا تھا۔اُن جنگلات میں شکار کرنا کسی عام شکاری کے بس کا روگ نہیں۔۔۔یہ لوگ وہ شکاری نہیں ہوں گے لیکن پھر بھی ان کی مدد سے اُس طرح کے شکاریوں تک پہنچنا آسان ہو گا۔۔۔یہ لوگ جنگلات کا شکار نہیں بننے چاہئیں۔ہمیں انہیں زندہ پکڑنا ہے۔۔۔بوڑھے شخص نے کہا جو کہ الکامونیا کے صدر ڈاکٹر میاں محمد شاہد تھے۔۔۔بٹن دبا کے

ٹھیک ہے سر۔۔۔لیکن اُن جنگلات میں اگر ہم کوئی ٹیم بھیجتے ہیں تو یہ لازمی امر نہیں کہ ہماری ٹیم انہیں پکڑ کر واپس لا پائے گی۔فاطمہ آپی نے کہا۔

ارے آپی کاپی۔۔۔وہ شکاری یقیناً اُن جنگلات کے موجودہ حالات سے واقف نہیں ہوں گے اس لیے انہیں ہماری ٹیم کے آگے سرنڈر کرنا ہی پڑے گا۔ہماری ٹیم ان جنگلات کے اسرار کے بہت حد تک واقف ہے۔۔آپ ہماری ٹاپ سیکرٹ ٹیم کے پانچ چھ بہترین اراکین کو ان کے متعلق معلومات فراہم کر کے ڈیتھ ویلی کے لیے روانہ کریں۔۔۔میاں شاہد نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔

ٹھیک ہے سر میں ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ **پرنس آف نارنیا**، **انور علی**، **خوشبو**، **ابو دجانہ**، **اور انکل درویش** کو تیار کرتی ہوں۔۔ فاطمہ اقبال نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔ان کے متعلق مجھے مسلسل آگاہ کرتی رہیں۔۔۔ڈاکٹر میاں محمد شاہد نے یہ کہتے ہی ریسیور رکھ دیا۔۔۔اور میز پر پڑا ہوا سائنسی میگزین اٹھا لیا۔۔

☆☆☆

ٹارزن مبین علی مور ہنس کو جب ہوش آیا تب سب سے پہلے تو اس نے دل ہی دل میں چنکو منکو اور پنکو کو بد دعائیں۔۔۔مبین علی کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر منکو بولا۔۔۔اُستاد۔۔۔جو کہنا ہے منہ سے کہو۔۔۔لڑکیوں کی طرح دِل میں گالیاں کیوں دے رہے ہو؟۔۔منکو بڑے غُصے سے مبین کی طرف گھور رہا تھا۔جبکہ چنکو اور پنکو بھی اسی طرح مبین علی پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔۔۔مبین علی نے مارے خوف کے شہرے کے تاثرات بدل لیے۔

ارے نہیں یار۔۔۔مذاق میں سب چلتا ہے۔۔یہ کونسا اتنی بڑی بات تھی۔جو میں غُصہ کروں۔۔مبین علی نے کہا۔منکو،چنکو،پنکو مبین کی بات سن کر پرسکون ہو گئے۔۔۔

اُستاد۔۔تم فاخرہ کو ابھی تک بھلانے میں ناکام رہے ہو۔۔تمہیں پتہ بھی ہے اسے گُل خان اُٹھا کر لے گیا تھا۔تم نے اپنی طرف سے بچانے کی کوشش کی تھی مگر تمہیں اپنی عزت کی فکر تھی۔۔۔اُستاد۔۔ہم نے تمہیں گرانے والی حرکت تیرا غمگیلا گانا ٔن کر کی تھی کہ شاید تیرا ذہن بدل جائے لیکن تیری امرود جیسی شکل بتا رہی ہے کہ تُو منزلِ عشق سے جوتے کھا کر ہی واپس مُڑے گا۔۔۔پنکو نے سنجیدگی سے کہا۔پنکو کی بات سُن کر مبین علی کی انکھوں سے آنسو نکل آئے۔

یار بس ایک آخری کوشش۔۔۔پلیز یار میرا ساتھ دو۔۔جیسے ہاتھی ہتھنی کے بغیر،بندر بندریا کے بگیر اور شیر شیرنی کے بغیر نہیں رہ سکتا بالکل اسی طرح میں بھی فاخرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔میں فاخرہ کو گُل خان سے ضرور چُھڑا کر لاؤں گا۔۔مبین علی نے کہا۔

یار اُستاد۔۔۔اگر وہ کوئی جنگلی لڑکی ہوتی تو یہاں اس کا گزارہ ہو سکتا تھا۔لیکن وہ مہذب دنیا کی رہنے والی ہے۔۔وہ تو بیچاری خود بھٹکتے ہوئے تم تک آن پہنچی اور تو نے استاد پر ٹھرک جھاڑنا شروع کر دی۔۔۔اس مرتبہ چنکو نے غصیلے لہجے میں کہا

میں اسے پیار کرتا ہوں یار۔۔۔ایسی کیسے اسے گُل خان کی قید میں چھوڑ سکتا ہوں۔۔مبین علی نے کہا

استاد۔تیرا کوئی حل نہیں ہے۔۔تُو اگر ہمیں چھوڑ کر اکیلا گُل خان کے پاس جانا چاہتا ہے تو جا چلا جا۔۔۔اگر کبھی کہیں کسی مشکل میں پڑ جاؤ تو ہمیں آواز۔۔۔مت دینا۔منکو نے مبین کو سمجھانے کی غرض سے کہا۔لیکن مبین کے کان پر جوں تک نا رینگی۔۔۔

☆☆☆

الکامونیا سیکرٹ ایجنٹس ڈیتھ ویلی پہنچ چکے تھے۔۔۔سب کے سب جدید ترین اسلحے سے لیس تھے۔۔۔

پرنس آف نارنیا نے جیب میں سے ایک چورس آلہ نکالا اور اُس پر ٹچ کیا تو سکرین روشن ہوگئی۔۔۔اب اسے سکرین میں صرف سبر کلر میں جنگل کے راستے

اور جانداروں کے ہیولے دکھائی دے رہے تھے۔۔ پرنس نے ہیومن فلٹر کا بٹن پریس کیا تو سکرین میں سے تمام تر جانوروں کے ہیولے غائب ہو چکے اب صرف چند انسانی ہیولے دکھائی دے رہے تھے۔۔ یہ آلہ 5 کلومیٹر کی رینج تک کام کرتا تھا۔۔ پرنس نے آلہ جیب میں ڈالہ اور اپنے ساتھیوں کو اپنے پیچھے چلنے کو کہا۔ پرنس کے ساتھیوں میں اس وقت خوشبو، ابو جانہ، انکل درویش اور انور علی شامل تھے۔۔انکل درویش ایک بوڑھے شخص تھے لیکن انہیں ان کے وسیع تجربات کی بدولت ساتھ شامل کیا گیا تھا۔۔۔ پرنس کے کا تعاقب کرتے ہوئے یہ ایک ایک جنگلی کھالے تک پہنچ گیا کھالہ اس وقت خشک تھا۔اس لیے سب نے پگڈنڈی کی بجائے کھالے کے اندر ہی آگے بڑھتے رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر طے کیا ہوگا کہ اچانک خوشبو کی جیب میں موجود ایک آلے میں سے گررر گررر کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔۔۔خوشبو نے آلہ جیب سے نکالا اور سکرین دیکھنے کے بعد خوفزدہ ہو کر بولی۔

کچھ جنگلی ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔۔ہمیں جلد از جلد کہیں چھپنا ہوگا



مبین علی اس وقت درختوں کی شاخوں سے جھولتا ہوا تیزی سے گل خان کے محل کی طرف جا رہا تھا۔۔چنکو منکو اور پنکو کے لاکھ منع کرنے کے باوجود مبین نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا تھا۔اس وقت مبین علی اپنے مخصوص حلیے یعنی گدھے کی کھال کے جھانگیے میں ملبوس تھا اور کمر پر جھاڑو باندھا ہوا تھا۔مبین علی نے اپنا خنجر اس وقت جھانگیے میں چھپایا ہوا تھا۔۔تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کی اچھل کود کے بعد مبین علی خُفیہ طریقے سے گل خان کے محل میں پہنچ چکا تھا۔۔ چھپتے چھپاتے مبین علی نے پورے محل کا جائزہ لیا بالآخر فاخرہ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔۔فاخرہ کمرے میں اکیلی تھی مبین علی چپکے سے کمرے میں داخل ہوا اور اس سے پہلے کہ فاخرہ کچھ بول کر محل میں ہلچل پیدا کرتی جلدی سے مبین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔اور پیاری بھرے انداز میں فاخرہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔۔مبین علی نے سرگوشی میں فاخرہ کو بتایا کہ وہ اسے لیجانے آیا ہے۔۔

لیکن ابھی کچھ باتیں ہی ہوئی تھیں کہ اچانک فاخرہ کی آنکھوں کا رنگ تبدیل ہو کر زردی مائل ہونے لگا اور جسم ایک مُردے کی مانند بے جان سا ہونے لگا۔۔مبین علی پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔۔اس نے جلدی سے فاخرہ کو چھوڑا اور ایک طرف پڑا ہوا جگ پکڑ کر اس کا پانی گلاس میں ڈالنے لگا۔۔لیکن اسی دوران فاخرہ اٹھی اور ہر کسی سے انجان ہو کر کسی روبوٹ کی مانند چلتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔۔مبین علی بھی پیچھے ہی نکل گیا۔۔اس نے بہت کوشش کی فاخرہ کو روکنے کی لیکن فاخرہ بالکل مشینی انداز میں ویسے ہی آگے بڑھتی رہی۔





کمرے میں بند ہونے کے دو تین گھنٹے بعد جب محل میں سناٹا چھا گیا عمر اسلام بیڈ سے اُٹھا اور بیڈ کے دراز میں موجود نوٹ بک اور پنسل نکالی۔۔پہلے عمر اسلام نے ایک کاغذ پر آڑھی ٹیڑھی لکیریں اور الٹے پلٹے الفاظ لکھنا شروع کر دیئے۔۔اس کے بعد اُسی کاغذ کو آدھی نوٹ بک میں شامل کیا اور آگ لگا کر جلایا۔۔جو راکھ بنی اسے فرش پر ایک دائرے کی صورت میں بکھیر دیا۔۔۔اور خود اس دائرے میں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔۔باقی کی نوٹ بک کو بھی اس نے اپنے دائرے کے اندر جلایا۔۔۔اور فاخرہ کے بال کو مٹھی میں کر کے اپنی مٹھی کو آگ سے تقریباً پانچ انچس اوپر کر کے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنے لگا۔۔۔کچھ دیر بعد عمر اسلام کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تیرنے لگی۔۔۔اسے کمرے سے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی لیکن وہ پر سکون تھا۔۔۔چند لمحات بعد اچانک دروازہ کھلا اور فاخرہ مشینی انداز میں کمرے میں داخل ہوئی۔۔عمر اسلام اسے دیکھتے ہی کچھ بولنے لگا لیکن اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ایک بار پھر سے قدموں کی آواز سنائی دی۔۔اس مرتبہ ایک جھانگیے میں ملبوس جنگلی اندر آ کر فاخرہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا یہ عمر اسلام کے لیے اجنبی تھا۔۔اُس جنگلی نے فوری عمر اسلام کو پکڑا اور دائرے سے نکال کر باہر پھینک دیا۔۔عمر اسلام کا حصار ٹوٹتے ہی فاخرہ اس کے سحر سے آزاد ہو گئی۔۔گرتے وقت عمر اسلام کی جو چیخ پڑی اس سے محل میں ہلچل مچ گئی۔۔۔

کچھ ہی دیر میں۔۔۔عمر اسلام، فاخرہ اور مبین علی۔۔۔گل خان کے سامنے سر جھکا کر کھڑے تھے جبکہ گل خان کی آنکھوں سے انگارے دہک رہے تھے۔۔



حماد اور ناٹی میر مل کر گدھے/سید وقاص اور فہمیدہ/مسٹر بلوچ کو اپنی مرضی کے راستے پر بھگا رہے تھے کہ اچانک سائیں نے جمپ لگا کر دوسری سمت اختیار کر لی۔۔راستہ تبدیل ہو گیا۔۔۔اب یہ لوگ ایک کھالے کے اندر بھاگ رہے تھے۔۔کافی آگے جانے کے بعد اچانک فہمیدہ نے واویلا مچانا شروع کر دیا اور سائیں وقاص/گدھا وہیں رُک گیا۔حماد اور میر حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔اچانک فہمیدہ نے سائیں کو کھالے سے باہر جمپ لگوایا۔۔اور دیکھا کہ اس وقت ایک لڑکا اور لڑکی (پرنس آف نارنیا اور خوشبو) فہمیدہ کے سامنے کھڑے تھے۔۔حماد اور ناتی میر اپنے سامنے مہذب انسانوں کو دیکھ کر خوش ہو گئے لیکن اس وقت ان کی خوشی خاک میں مل گئی جب پرنس کی آنکھوں سے اندارے نکلنے لگے۔۔۔فہمیدہ اپنا اثر دکھا چکی تھی۔۔۔پرنس کا حلیہ تبدیل ہو رہا تھا۔۔لیکن اس مرتبہ پرنس کا حلیہ تبدیل ہو کر ایک انسان کا ہی حلیہ رہا۔۔پرنس کا حلیہ بالکل ٹارزن مبین علی جیسا بن چکا تھا۔۔پرنس آپنے لباس میں ملبوس تھا لیکن اس کا چہرہ قد و قامت مکمل طور پر مبین علی کے جیسی ہو گئی تھی۔۔

یہ تت تت تم نے کیا کر دیا۔۔۔یہ پرنس کو جنگل کا بندر کیوں بنا دیا؟۔۔۔اگر ہمت ہے تو میرے ساتھ لڑ کے دکھاؤ۔۔۔خوشبو نے بلند آواز میں کہا۔

ہاہاہا۔۔۔تو میرے ساتھ کیا لڑے گی لڑکی۔۔تو اس کے چہرہ بدلنے پر بگڑ رہی ہے۔۔چہرہ تو تیرا بھی اصلی نہیں ہے۔۔دن میں چار مرتبہ بیوٹی پارلر جا کر تو نے



مصنوعی رنگ چڑھایا ہوا ہے۔۔۔ ہاہاہا۔۔فہمیدہ نے انکشاف کیا۔۔جسے سن کر خوشبو گھبرا گئی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ آخر اسے کس نے بتا دیا۔

میرا رنگ اصلی ہے۔۔۔تمہارے جیسی چڑیل نہیں ہوں۔۔میرے ساتھی کو ٹھیک کر دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔۔خوشبو نے بلند آواز میں کہا

بہت پارہ دکھا رہی ہے۔۔۔یہ لے۔۔۔۔فہمیدہ نے جواب دیتے ہی آنکھوں سے انگارے نکالنا شروع کر دیئے۔۔اور کچھ پڑھ کر خوشبو پر پھونک دیا۔۔

خوشبو کے چہرے پر پھونک پڑتے ہی خوشبو کا میک اپ اُتر گیا۔۔۔لیکن خوشبو کا اصلی چہرہ دیکھ کر مارے ڈر کے فہمیدہ کی بھی چیخیں نکل گئیں۔سائیں وقاص/گدھے نے جمپ لگا کر فہمیدہ کو نیچے گرایا اور جنگل میں دوڑ لگا دی۔۔

حماد نے خوشبو کو اصلی چہرے میں دیکھ کر چیخ مار کر نائی میرے کے گلے میں بازو ڈالے اور ٹانگیں اٹھا کر نائی میر کی گودی میں چھپنے کی کوشش کی لیکن نائی میر خود چیختا چلاتا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔۔حماد نے بھی اس کی پیروی کی۔۔

پرنس آف نارنیا جو کہ چہرہ تبدیل ہونے پر بھی خوفزدہ نظر نہیں آیا تھا خوشبو کا اصلی چہرہ دیکھ کر اس نے بھی خوفزدہ ہو کر جنگل میں دوڑ لگا دی۔۔

ابو دجانہ مارے ڈر کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔۔جبکہ درویش انکل آیت کرسی پڑھتے ہوئے جنگل میں ہی کہیں گم گئے۔۔۔انور علی نے واپسی کے رستے کی جانب دوڑ لگا دی۔۔لیکن وہ رستہ بھٹک چلا تھا۔۔اُسے آگے ایک نہر دکھائی دی۔۔اُس نے سوچا واپس جا کر خوشبو چڑیل کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے نہر میں ہی کود جاؤں۔۔یہ سوچ کر انور علی نے نہر میں چھلانگ لگا ڈالی۔نہر کے پانی میں گرنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ یہ نہر نہیں تھی۔۔بلکہ چھپڑ کا گندہ پانی تھا۔

خوشبو حیران و پریشان کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔۔۔خوشبو اس وقت سب کو پاگل سمجھ رہی تھی۔۔اور اپنا بیگ اٹھا کر جنگل میں ایک طرف چل دی۔



خوچہ۔۔۔تُو پھر آ گیا۔۔لگتا ہے تمہیں عزت راس نہیں۔۔۔پچھلی مرتبہ ہم نے تمہارے جنگلی بندروں کی معصومیت پر ترس کھا کر تمہیں چھوڑ دیا تھا۔۔صرف یہ سوچ کر کے وہ بیچارے کہیں لاوارث نا ہو جائیں۔۔اور تُو۔۔۔۔عمرو عیار کے منہ والے۔۔۔تُو خوچہ ہماری نرمی کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے؟۔۔اور فاخرہ تم کو تو ہم نے سب سے زیادہ عزت دی۔۔پھر یہ سب کیا ہے؟ گل خان نے غصے میں سب سے کہا۔

بجائے گل خان کی بات کا جواب دینے کے مبین علی نے اپنے جھانگیے میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکالا۔۔۔لیکن جھانگیے میں سے جب خنجر باہر نکالا خنجر کی تیز دھارے سے مبین کا جھانگیا کٹ گیا۔۔اور اس سے پہلے جھانگیا اُتر کر نیچے جا گرتا عزت بچانے کی غرض سے مبین علی نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔ چند قدم ہی گیا تھا کہ ایک گارڈ نے مبین علی کی دُم پر (جھاڑو پر) پاؤں رکھ کر اسے روک لیا۔۔لیکن مبین کو اس وقت صرف اپنی عزت پیاری تھی۔۔اس فوری خنجر سے جھاڑو کاٹا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔۔

گل خان پہلے دیکھتا رہا پھر فیصلہ کُن انداز میں یہ بولتے ہوئے مبین کے پیچھے دوڑ پڑا

خوچہ۔۔جان جائے پر آن نا جائے۔۔آج گل خان کی عزت کا سوال ہے۔۔خوچہ۔۔۔آج ہم تم کو پکڑ کر ہی چھوڑے گا۔

گل خان مبین علی کے پیچھے بھاگا تو گارڈز بھی اس کے پیچھے لگ گئے۔۔۔عمر اسلام اور فاخرہ نے موقع غنیمت جانا اور ساتھ مل کر محل سے فرار ہو گئے۔۔

☆☆☆

مبین علی کے چہرے میں پرنس آف نارنیا جنگل کے ایک حصے میں پہنچا تو اسے بندروں کی چیں چیں کی آوازیں سنائی دی۔۔لیکن وہ کچھ سمجھ نہیں پایا۔۔ شاید منکو چنکو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔۔منکو کہہ رہا تھا دیکھا اُستاد کا گل خان نے کیا حال کر دیا۔۔کپڑے وغیرہ کس طرح کے پہن لیے اور کیسا حلیہ بنا لیا ہے۔۔دونوں نے پرنس کو مبین سمجھ کر آوازیں دی لیکن پرنس کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔۔تب بندروں نے سیٹیاں بجا کر سارے جانور اکٹھے کر لیے۔۔ جانوروں نے پرنس کو گھیرے میں لے لیا۔۔لومڑی بی نے کہا کہ سردار کی یادداشت چلی گئی ہے۔۔جانور پرنس کو اٹھا کر جھونپڑی میں لے گئے۔۔جھونپڑی میں ریچھ انکل نے پرنس کو بازوؤں سے پکڑا اور گینڈے اور شُتر مُرغ نے مل کر پرنس کے پرانے کپڑے اتار کر ایک بدبودار گدھے کی کھال کا جھانگیا پہنایا اور ساتھ ہی ایک بیل کی مدد سے کمر کے ساتھ جھاڑو باندھ دیا۔۔۔پرنس آف نارنیا۔۔۔مجبوری میں جب کُچھ نا کر سکا۔۔تب ایک کونے میں بیٹھ کر آہیں بھرنے لگ گیا۔۔اُس کا دُکھ درد سمجھنے والا اب وہاں کوئی نہیں تھا۔۔

☆☆☆

سید وقاص ڈینگیں مارتا ہوا اندھا دھند جنگل میں ایک نامعلوم سمت کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔۔بظاہر اس کا جسم گدھے کا بن چکا تھا لیکن اس میں دماغ انسانی ہی تھا۔وقاص اس وقت فہمیدہ سے سخت ڈرا ہوا تھا فہمیدہ سے چھٹکارہ حاصل کرتے ہی اسے بس فہمیدہ کی پہنچ سے دور نکلنے کی جلدی تھی۔۔بھاگتا رہا بھاگتا رہا بالآخر جنگل کے ایک حصے میں پہنچ گیا جہاں جنگلی جانور بکثرت موجود تھے۔۔لیکن اسے جانوروں کی بجائے اب صرف انسانوں سے ڈر لگ رہا تھا۔۔اچانک اس کے سر سے کوئی نرم چیز ٹکرائی اُس نے مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ ایک کیلے کا چھلکا تھا۔۔۔اور یہ حرکت ایک جنگلی بندر نے کی تھی جو کہ اس وقت ایک درخت پر اس کا مذاق اُڑا رہا تھا۔۔سائیں نے اسے ڈرانے کے لیے اپنی دولتی اٹھا کر بلند آواز میں ڈینگ ماری۔۔۔لیکن بندر نے ایک دو بار چیں چیں کیا تو دو بندر اور آ گئے۔۔۔اب تینوں بندروں نے آؤ دیکھا نا تاؤ سائیں پر سوار ہو گئے۔۔ایک بندر نے ایک کان پکڑ لیا دوسرے نے دوسرا۔۔۔اور سائیں کے کانوں کو بائیک کے ہینڈل کی طرح استعمال کرتے ہوئے ایک مخصوص رستے پر چل دیئے۔۔تینوں بندر سائیں کی سواری خوب انجوائے کر رہے تھے ایک بندر کبھی سائیں کے



پیٹ سے جوئیں نکالنے لگ جاتا تو کبھی اچھل کر اس کی دُم پکڑ کر کچی سڑک پر سلیپنگ کرنے لگ جاتا۔۔اور کبھی سائیں کو تیز دوڑانے کی غرض سے سائیں کی پیٹھ تھپتھپانے لگتا۔۔۔ پہلے پہلے تو سائیں شور مچاتا رہا لیکن۔مرتا کیا نا کرتا ڈینگیں بند کر کے سائیں کو مجبوراً سفر کرنا پڑا۔۔۔

☆☆☆

انور علی نے گندے پانی کے جوہڑ کو نہر سمجھتے ہوئے چھلانگ لگا دی تھی۔۔خوشبو کا خوف بری طرح سے اس کے دماغ پر سوار تھا۔لیکن بدبودار پانی نے اس کی خودکشی کی حسرت بھی پوری نا ہونے دی۔۔۔انور علی بالآخر جوہڑ سے باہر نکل آیا۔۔اور ایک درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔۔دور سے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔۔محسوس ہو رہا تھا کہ دو آدمی ہیں۔۔۔کچھ دیر بعد دونوں کا ہلکا سا وجود دکھائی دینے لگا۔۔۔لیکن یہ دونوں آدمی نہیں بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تھی جو کہ انور علی کی نظروں میں بالکل اجنبی تھے۔۔اتفاق سے دونوں قریب آکر اسی درخت کے ساتھ ستانے لگے جس کے پیچھے انور علی چھپا ہوا تھا۔۔۔

یہ مرد اور عورت۔۔عمر اسلام اور فاخرہ تھے۔

ہمارے علاوہ بھی یہاں کوئی موجود ہے۔۔۔عمر اسلام نے کہا

لیکن مجھے تو کہیں کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔۔فاخرہ نے کہا۔

یہ جوہڑ۔۔یہ جوہڑ دیکھو۔۔۔یہ جوہڑ خطرناک ہے۔۔۔اس میں زہر ہی زہر بھرا ہوا ہے۔۔میرے بیرک مجھے بتا رہے ہیں۔۔یہ جگہ نہایت پراسرار ہے۔۔ ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔۔اس پانی سے بچ کر۔۔۔یہ پانی جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔۔عمر اسلام نے کہا۔۔

انور علی نے جب جوہڑ کے متعلق یہ باتیں سنیں تب ایک دم سے عمر اسلام اور فاخرہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔۔عمر اسلام انور علی کو دیکھتے ہی ایک مرتبہ تو حملہ کے لیے تیار ہو گیا لیکن انور علی کو جوہڑ کے زہریلے پانی میں لت پت دیکھ کر وہیں رُک گیا۔۔اِتنا خوبصورت ممی ڈیڈی بچہ اتنی گندی حالت میں دیکھ کر عمر اسلام کو اس پر ترس آ گیا۔۔۔انور علی نے عمر اسلام کے بعد جب فاخرہ کی جانب دیکھا تو ایک لمحے کے لیے اس کے سحر میں کھو سا گیا۔۔انور علی کو فاخرہ سے پہلی نظر میں ہی پیار ہو گیا تھا۔۔۔انور علی اور فاخرہ ایک دوسرے کی نظروں میں دیکھتے رہے کہ اچانک عمر اسلام نے فاخرہ کو جھنجھوڑا۔۔۔۔تب فاخرہ نے بے اختیار سنبھل گئی۔۔۔اور حواس بحال کرتے ہی بولی۔۔۔۔آپ کون ہیں بھائی جان؟۔۔اور جنگل میں اس حالت میں کیا کر رہے ہیں؟۔۔فاخرہ نے انور علی کو پہلی نظر میں ہی بھائی بنا لیا۔۔۔

لیکن فاخرہ کے منہ سے بھائی کا لفظ سنتے ہی انور علی کو دِل کا دورہ پڑ گیا اور وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔۔۔عمر اسلام نے جلدی سے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر انور علی پر پھونکا۔۔۔اب انور علی صرف گندے لباس میں ملبوس تھا طلسماتی زہر کا اثر ختم ہو چکا تھا۔۔انور علی کی سانسیں چل رہیں تھی۔۔۔لیکن حالت بتا رہی تھی کہ اُس کا دِل اب ناکارہ ہو چکا ہے۔۔عمر اسلام نے ایک اور منتر پڑھا۔۔۔انور علی کے چہرے کے رنگ بدل گئے اور سینے پر دِل والا حصہ روشن ہو گیا۔۔عمر اسلام نے ہونٹ بھینچ



لیے۔۔۔فاخرہ نے فکرمند ہوتے ہوئے پوچھا کہ اسے کیا ہوا؟ تب عمر اسلام نے کہا اس کے دل کا بائی پاس کرنا پڑے گا اور اس کے لیے ہمیں ڈنگر ڈاکٹر ناٹی میر کو تلاش کرنا ہوگا۔۔۔ورنہ یہ اجنبی مرجائے گا۔۔۔شکل وصورت سے یہ مجھے کوئی مہذب دنیا کا فرد محسوس ہوتا ہے۔۔یہ کہہ کر عمر اور فاخرہ اسے اٹھا کر چل دیئے۔

☆☆☆

ابو دجانہ خوشبو کا حُسن دیکھ کر پاگل ہوگیا تھا۔۔۔ڈر کے مارے اسے اپنا آخری وقت نہایت قریب محسوس ہو رہا تھا۔۔اور کچھ نا سوجھا تو بے اختیار درخت سے چھپا ڈال لیا۔۔لیکن جب دیکھا کہ خوشبو سے سب ڈر کر بھاگ رہے ہیں تب اسی درخت کے اوپر چڑھ گیا۔۔ابو دجانہ سب کو جنگل میں اِدھر اُدھر بھاگتے دیکھ رہا تھا۔۔اور انتظار میں تھا کہ کب خوشبو جائے اور درخت سے نیچے اتر کر کہیں چلا جائے۔۔لیکن خوشبو پہلے اور حیرانگی سے ادھر اُدھر دیکھتی رہی لیکن بعد میں اسی درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔۔اب ابو دجانہ درخت پر بیٹھا بیٹھا اکڑ گیا تھا۔۔بھوک سے برا حال ہو رہا تھا۔۔۔اسے محسوس ہوا کہ یہ درخت کسی اناریل نما پھل کا ہے۔۔درخت پر صرف ایک ہی پھل لگا ہوا تھا۔۔۔ابو دجانہ کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔۔۔فوری اس نے اندر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھل توڑ لیا۔۔لیکن جب سیاہ رنگ کا پھل توڑ کا اپنے چہرے کے قریب گیا تب ابو دجانہ کی چیخوں سے پورا جنگل گونج اٹھا۔۔۔خوشبو بھی ڈر کے مارے بھاگ گئی۔۔۔کیونکہ جسے ابو دجانہ کوئی پھل سمجھ رہا تھا وہ درحقیقت شہد کی مکھیوں کا چھتا تھا۔۔۔اور جیسے ہی ابو دجانہ نے اسے پکڑا تھا مکھیوں نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔۔ابو دجانہ نے درخت سے چھلانگ لگا دی اور خوشبو کے پیچھے دوڑنے لگا۔۔۔خوشبو نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک مرتبہ تو خوشبو کا دوبارہ چہرہ دیکھ کر ابو دجانہ کی ایک اور چیخ نکل گئی۔۔۔لیکن درحقیقت خوشبو حقیقی طور پر ڈر گئی تھی کیونکہ اسے کے پیچھے آنے والا جوان جو شہد کی مکھیوں سے ڈھکا ہوا تھا اسے کوئی خوفناک جنگلی بلا لگ رہی تھی۔۔اس لیے خوشبو اب اس بلا سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے دوڑے چلی جا رہی تھی۔۔۔

☆☆☆



کمبخت عشق

سائیں وقاص کو تینوں بندر ایک جھونپڑی میں لے گئے جہاں پر اس نے ایک ٹارزن نما انسان کو دیکھا۔بندر نیچے اترے اور ٹارزن کے پاس جا کر چیں چیں کرنے لگے۔۔لیکن وہ آدمی عجیب سی بونگیاں مار کر واپس دوسری جھونپڑی میں چلا گیا۔۔بندروں نے متفقہ طور پر ایک فیصلہ کیا اور سائیں وقاص کو ایک ایسی جگہ پر لے گئے جہاں پر صرف گدھے ہی گدھے تھے۔۔۔اب سائیں ساری سچوئشن سمجھ چکا تھا۔۔یہ بندر ٹارزن کے چہیتے بندر تھے سائیں وقاص کو گمشدہ گدھا سمجھ کر واپس لے آئے اور اسے اپنی طرف سے اس کی صحیح جگہ چھوڑ دیا تھا۔۔۔اس طرح بندر اپنا فرض ادا کر کے واپس چلے گئے تھے۔۔سائیں جب باقی گدھوں کے قریب گیا تو سب نے بے اختیار بلند آواز میں ڈھینگیں مارنا شروع کر دیں۔۔سب کے سب گدھے ڈر کر دور بھاگ گئے۔۔اور سائیں ڈر کر ایک طرف بھاگ گیا۔۔دور سے اسے ایک مرد اور ایک عورت آتے دکھائی دیئے جنھوں نے کندھے پر ایک بیہوش آدمی کو لادا ہوا تھا۔۔سائیں ایک آدمی کو پہچان گیا تھا وہ عمر اسلام تھا سائیں کا دوست۔۔جبکہ باقی دو اجنبی تھے۔۔سائیں دوڑا دوڑا عمر اسلام کے قریب گیا۔۔۔لیکن عمر اسلام نے اسے نارمل گدھا سمجھتے ہوئے کان سے پکڑ کر ایک طرف کھڑا کیا اور انور علی کو اس کے اوپر لاد دیا۔۔۔سائیں وقاص کو غصہ آ گیا ایک لمبی ڈینگ مار کر دولتی اٹھائی اور سائیں نے انور علی کو نیچے گرا دیا۔۔لیکن دولتی اٹھاتے ہوئے جیسی ہی سائیں کی نظر فاخرہ پر پڑی سائیں کی سٹی گم ہوگئی۔۔سائیں فاخرہ کے حُسن میں کھو گیا۔۔لیکن حیرت انگیز طور پر اس خوشنما احساس کے ساتھ ساتھ سائیں کا وجود بھی تبدیل ہو کر انسانی وجود میں ڈھل گیا۔۔سائیں کے جذبوں کی صداقت تمام سفلی طاقتوں پر غالب آ گئی تھی۔۔فاخرہ بھی سائیں کو دیکھ کر مدہوش ہوگئی۔۔فاخرہ کو سائیں سے عشق ہو گیا لیکن سائیں میں کھو کر وہ اپنے ایکس بوائے فرینڈ مبین علی کو بھول چکی تھی۔۔عمر اسلام نے جب سائیں کو دیکھا تو مارے خوشی کے اسے سینے سے لگا لیا اور فاخرہ سے تعارف کروایا۔۔۔فاخرہ کو جب پتہ چلا کہ سائیں شکاری ہے تو فاخرہ مزید امپریس ہوگئی۔۔





بیک ٹو نارمل

سید وقاص انسانی روپ میں واپس آ چکا تھا۔ عمر اسلام سے گلے ملنے کے بعد سید وقاص نے انور علی کو کندھوں پر اٹھایا کیونکہ عمر اسلام کافی تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا نجانے کتنی دیر سے انور علی کو اٹھائے چلتا رہا۔۔ یہاں پر مسئلہ منزل کا تھا اس وقت انہیں اپنے دوستوں کے پاس پہنچنا تھا مگر دوست کہاں تھے اس بات کا انہیں کوئی علم نہیں تھا۔۔ بھوک کی شدت، فہمیدہ، گل خان، ساتھیوں کا کھو جانا ان کے حواس کھو دینے کے لیے کافی تھا مگر سید وقاص ایک شکاری تھا اور عمر اسلام وِچ ڈاکٹر تھا۔ اس لیے ڈر تو ان کے قریب سے بھی نہیں گزرتا تھا۔۔ ہاں البتہ دوستوں کے گم جانے کی پریشانی اپنی جگہ۔

فاخرہ چونکہ ٹارزن (مبین علی) کی معشوقہ رہ چکی تھی اس لیے ان جنگلات کے ایک وسیع رقبے سے اچھی طرح سے واقف تھے۔ فاخرہ عمر اسلام اور سید وقاص کو اپنے ساتھ لیکر ٹارزن کی جھونپڑی کی طرف چل دی۔۔ جہاں اسے امید تھی کہ کچھ نا کچھ کھانے کو بھی مل جائے گا اور ٹارزن مبین علی بھی یقیناً گل خان سے پیچھا چھڑا کر واپس آ چکا ہو گا وہ ان کی مدد ضرور کر دے گا۔۔



☆☆☆



خوفناک ایکشن

فہمیدہ جو کہ خوشبو کو دیکھ کر ڈر کر بھاگ گئی تھی جنگل میں کچھ دور نکلنے کے بعد جب اسے احساس ہوا کہ اب خوشبو کی پہنچ سے دور نکل آئی ہے تب اس کے آنکھوں سے دوبارہ انگارے دہکنے لگے۔۔۔ دل ہی دل میں اب فہمیدہ خوشبو سے انتقام لینے کا سوچ رہی تھی۔ کیونکہ خوشبو کے حسن نے ایک لمحے میں ہی فہمیدہ کی دہشت ختم کر دی تھی۔۔ فہمیدہ دل ہی دل میں خوشبو کو قابو کرنے کے پلان بنا رہی تھی۔۔ لیکن اچانک اس کے خیالات کا تسلسل کسی انسانی جسم کی مخصوص خوشبو ناک سے ٹکرانے پر ٹوٹ گیا۔ فہمیدہ نے تیزی سے سونگھنا شروع کیا۔۔ اور خوشبو کی سمت چلنا شروع کر دیا۔۔ اچانک اسے انسانی قدموں کی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں۔ فہمیدہ ایک درخت کے پیچھے چھپ کر سمت کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔ دو آدم زاد فہمیدہ کی طرف چلے آ رہے تھے لیکن دونوں شاید بے خبر تھے۔

یہ نائی میر اور حماد تھے جو کہ جنگل میں بھٹک رہے تھے۔۔ دونوں چلتے چلتے تھک چکے تھے اس لیے ستانے کی غرض سے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ فہمیدہ چھپتی چھپاتی عین اس درخت کے پیچھے جا کھڑی ہوئی اور دبے قدموں سائیڈ بدل کر دونوں میں سے ایک کو قابو کرنا چاہتی تھی۔۔

فہمیدہ نے جیسے ہی گھوم کر درخت کی دوسری سمت دیکھا تو اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ دوسری طرف کوئی بھی نہیں تھا۔۔ دونوں شکار کہیں غائب ہو گئے تھے۔



فہمیدہ نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا اچانک فہمیدہ کے سر سے کوئی چیز ٹکرائی فہمیدہ نے مڑ کر دیکھا تو حماد ہاتھ میں ڈنڈہ لیے کھڑا بتیسی دکھا رہا تھا۔فہمیدہ نے حماد کی آنکھوں کے ذریعے اسے قابو کرنا چاہا مگر عین موقعہ پر ناٹی میر نے کسی طرف سے نکل کر حماد کی انکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور فہمیدہ کی انکھ میں انگلی مار ڈالی۔۔

فہمیدہ نے چنگھاڑنا شروع کر دیا۔۔اتنے میں حماد نے وہی ڈنڈہ فہمیدہ کی دائیں ٹانگ پر دے مارا فہمیدہ ایک گھٹنے کے بل گر پڑی۔۔

ناٹی میر نے ایک زبردست گھونسا فہمیدہ کے جبڑے پر مارا جس سے فہمیدہ ایک طرف کو ڈھلک گئی۔۔

لیکن پھر اچانک فہمیدہ نے سر اٹھایا اور ناٹی میر کو گردن سے پکڑ کر فضا میں اٹھا لیا۔حماد نے پیچھے سے آکر فہمیدہ کی گردن میں اپنے دونوں بازو حائل کر دیئے۔۔ فہمیدہ نے ایک جھٹکا دے کر حماد کو پیچھے گرایا۔۔مگر ناتی میر ہاتھ سے نکل چکا تھا۔۔فہمیدہ حماد کی طرف لپکی اور اٹھتے ہوئے حماد کے سر پر گھٹنے کا وار کیا جس سے حماد دوبارہ زمین پر گر پڑا اس مرتبہ حماد میں اٹھنے کی ہمت نا رہی تھی۔۔

ناٹی میر نے حماد کو اس حالت میں دیکھا تو جلدی سے دوڑ کر پیچھے کی طرف مڑتی ہوئی فہمیدہ کے سینے پر دونوں ٹانگوں کی جمپ لگا کر ضرب لگائی۔۔مگر فہمیدہ وہیں کھڑی رہی گویا کسی پتھر پر ضرب لگائی ہو۔۔ناٹی میر اب زمین پر پڑا ہوا تھا بے بسی سے سِرک سِرک کر پیچھے ہو رہا تھا۔۔فہمیدہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا چاہیں تو ناٹی میر نے آنکھوں کے آگے اپنا بازو کر لیا۔۔اور تیزی سے پیچھے کی طرف سرکنے لگا۔۔فہمیدہ نے ایک ہاتھ سے قریبی درخت سے ایک نرم ٹہنی توڑی اور پھر ناٹی میر کو اس کی ٹانگ سے پکڑ کر واپس کھینچا اور ٹہنی کو ایک رسّی کی طرف ناٹی میر کے گلے میں حائل کر لیا۔۔ناٹی میر کی سانسیں بند ہو رہی تھیں۔۔تب ناٹی میر نے آخری حربے کے طور پر کہنا شروع کر دیا۔۔

مسٹر بلوچ ہوش میں آؤ۔۔ہوش میں آؤ عقلمند۔۔میں جانتا ہوں تم مجھے محسوس کر سکتے ہو۔۔اس حیوان کو نکالو خود سے۔۔۔ہوش میں آؤ عقلمند۔۔میں تمہارا دوست ہوں۔۔

ناٹی میر کی حالت غیر ہو رہی تھی اچانک گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔۔۔

جنگل میں تیز ہوائیں چلنے لگیں۔۔۔ان کے سروں کے عین اوپر بادل گرجنا شروع ہو گئے۔

فہمیدہ نے اپنے سر کو جھٹکے دینا شروع کر دیے۔۔اچانک فہمیدہ نے بازو پھیلائے اور ایک دلخروش چیخ بلند کی۔۔اس چیخ کے ساتھ ہی گرجتے ہوئے بادل اور تیز چلتی ہوئی ہوائیں تھم گئیں۔۔۔فہمیدہ کی جگہ اب ناٹی میر کے سینے پر مسٹر بلوچ بیٹھا ہوا تھا اور لمبی لمبی سانسیں بھر رہا تھا۔۔اتنے میں حماد کو بھی ہوش آچکا تھا۔۔

ہاں۔۔میں عقلمند ہوں۔۔تمہارا دوست۔۔اب وہ چڑیل مزید مجھ پر حاوی نہیں ہو سکتی۔۔وہ صرف دماغ پر قبضہ جماتی ہے دم پر نہیں۔۔۔ہمارے جذبات کو قابو میں نہیں کر سکتی۔۔۔





طلسم ٹوٹ گیا

پرنس آف نارنیا جو کہ اس وقت مبین علی کے روپ میں گدھے کے جھانگیے میں ملبوس تھا اور پشت پر ایک جھاڑو باندھے ہوئے تھا پانی کے جوہڑ کے کنارے بیٹھا اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہا تھا۔۔ پانی میں اسے اپنے چہرے کی جگہ ایک اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا جو کہ مبین علی کا تھا۔فہمیدہ نے اسے مبین علی جیسا بنا دیا تھا۔۔ تا کہ جنگل کا امن برباد ہو سکے۔۔جانور دودوٹارزن دیکھ کر بد اعتمادی کا شکار ہو جائیں۔۔
اچانک تیز ہوائیں چلنے لگیں۔۔ بادل گرجے اور پھر تھم گئے۔۔۔ پرنس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر واپس جب نیچے جوہڑ میں اپنا چہرہ دیکھا تو اچھل کر دو قدم پیچھے جا گرا کیونکہ اس مرتبہ اسے پانی میں اپنا اصلی چہرہ دکھائی دیا تھا۔۔ڈرتا ڈرتا دوبارہ جوہڑ کے قریب آیا اور پھر سے اپنا چہرہ دیکھا۔۔اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔۔فہمیدہ کے ختم ہوتے ہی اس کے طلسم کا اثر بھی ختم ہو چکا تھا۔۔



سب کو ڈر کر بھاگتے دیکھ کر خوشبو کو بہت تشویش ہوئی۔۔۔ اس نے جیب میں سے وہی چورس آلہ نکالا اور ایک بٹن پریس کیا اب اس آلے کی سکرین میں خوشبو اپنا چہرہ دیکھ سکتی تھی۔۔ایک مرتبہ تو خود ہی ڈر گئی۔۔ مگر پھر اس نے ہمت سے کام لیا اور دو تین بار سکرین پر ٹچ کیا۔۔اب نیلے نقطوں میں صورت میں اب وہ اپنے گرد پانچ کلومیٹر دور تک تمام جانداروں کو ٹریس کر سکتی تھی۔۔۔خوشبو نے قریبی ایک نقطے پر ٹچ کیا تو سکرین سے پتہ چل گیا کہ کس طرف سے جلدی پہنچا جا سکتا ہے۔۔
خوشبو سب سے پہلے ابو دجانہ کے پاس پہنچی تھی۔۔ابو دجانہ کے پاس پہنچتے ہی اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا تا کہ وہ ڈر نا جائے۔۔ابو دجانہ کو جب اس نے بتایا کہ وہ خوشبو ہے تو ابو دجانہ نے فوری ڈر کے مارے اپنی شرٹ کا کالر دانتوں میں پکڑا اور قریبی درخت کو چھاڈال لیا۔۔مگر خوشبو کے فرینڈلی لہجے نے اسے واپس آنے پر مجبور کر دیا۔۔خوشبو نے ایک طرف ہو کر آلے پر دوبارہ بٹن پریس کر کے شیشہ دیکھا تو اس کی خوشی کی انتہا نا رہی کیونکہ اب وہ میک اپ میں تھی۔۔شاید فہمیدہ کا جادو بے اثر ہو چکا تھا۔۔
خوشبو اور ابو دجانہ نے مل کر اس آلے کی مدد سے ساتھیوں کو ٹریس کر لیا۔۔





لوٹ کے بُدھو گھر کو آئے

الکاموتیا سیکرٹ ایجنٹس کا پانچ افراد پر مشتمل گروپ اور پانچ بہترین دوست اس وقت ایک اور انسان کی تلاش میں تھے کیونکہ آلہ ابھی ایک ذی روح کی موجودگی کا سگنل دے رہا۔۔اس مرتبہ یہ آلہ انہیں گل خان کے پاس لے گیا۔۔گل خان اس مرتبہ بہت بدلا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔۔عمر اسلام نے دوستانہ انداز میں بات کی تو پتہ چلا کہ وہ بھی فہمیدہ کے آسیب کا شکار تھا۔۔

گل خان نے پیار بھری نظروں سے عمر اسلام کی طرف دیکھا تو مسٹر بلوچ نے کے گلے سے گرجدار آواز نکلی اور آنکھوں سے لاوے برسنے لگے۔۔

مسٹر بلوچ کی طرف دیکھ کر فاخرہ کی دھڑکن ڈوب گئی اسے وہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا

لیکن پھر فوری مسٹر بلوچ نارمل ہو گیا۔۔اس سے سب پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ فہمیدہ ختم نہیں ہوئی۔۔بلکہ مسٹر بلوچ کے اندر موجود ہے۔۔

خوچہ ام اِدھر کا باشندہ نہیں ہے۔۔ام تو یہاں سیر کے لیے آیا تھا خوچہ ہم پشاور رہتا ہے خوچہ ام کو ادھر لے چلو تم کو خدا کا واسطہ

عمر اسلام کو ترس آ گیا اس نے روتے ہوئے گل خان کو گلے سے لگایا اور ساتھ لیجانے کا کہا سب کو۔۔مگر عمر اسلام اس دوران گل خان کی شیطانی مسکراہٹ نوٹ نہیں کر سکا تھا۔

خوشبو نے فاخرہ کی حالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جلدی سے آلہ نکال کر سگنل بھیج دیا۔۔

☆☆☆

سیکرٹ ایجنٹس کی ٹیم کامیاب لوٹی تھی۔۔انہیں واپس لانے والے جہاز نے کے قریبی وادی میں ایک ادھ موئی حالت میں پڑے ہوئے شخص کو ٹریس کیا تھا۔۔وہ وادی یقیناً وادئ خوفن تھی۔۔جہاز میں موجود عملہ اس وادی کی حقیقت سے اچھی طرح سے واقف تھے اس لیے ایک مخصوص لباس میں ایک آدمی نیچے اترا اور اس شخص کو بھی جہاز میں اٹھا کر لے آیا تھا۔۔۔یہ گہری نیند میں غرق تھا۔۔حلیے سے کوئی چرواہا لگ رہا تھا۔۔جب اسے ہوش میں لایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ ڈاکٹر مکینیکل ہے جو ایک دن بکریاں چراتے ہوئے غلطی سے وادئ خوفن میں پہنچ گیا تھا۔۔وہاں جا کر سپنوں میں خود سائنسدان سمجھ رہا تھا۔۔۔

☆☆☆



اِک نئی مُصیبت

سیکرٹ ایجنٹس کی ٹیم کامیاب لوٹی تھی۔۔انہیں واپس لانے والے جہاز نے کے قریبی وادی میں ایک ادھ موئی حالت میں پڑے ہوئے شخص کو ٹریس کیا تھا۔۔وہ وادی یقیناً وادیٔ خوفن تھی۔۔جہاز میں موجود عملہ اس وادی کی حقیقت سے اچھی طرح سے واقف تھے اس لیے ایک مخصوص لباس میں ایک آدمی نیچے اترا اور اس شخص کو بھی جہاز میں اٹھا کر لے آیا تھا۔۔۔یہ گہری نیند میں غرق تھا۔۔حلیے سے کوئی چرواہا لگ رہا تھا۔۔جب اسے ہوش میں لایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ ڈاکٹر مکینیکل ہے جو ایک دن بکریاں چراتے ہوئے غلطی سے وادیٔ خوفن میں پہنچ گیا تھا۔۔وہاں جا کر سپنوں میں خود سائنسدان سمجھ رہا تھا۔۔۔

☆☆☆

ہمم۔۔۔دل کا بائی پاس کرنا پڑے گا

ڈاکٹر میاں محمد شاہد شریف نے انور علی کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر کہا۔۔اور جلدی سے ساتھ پڑے ہوئے بیڈ پر موجود فاخرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔۔جو کہ تقریباً ہوش میں آ چکی تھی۔۔۔

مم مم م مجھے لوپریا کا مرض ہے میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی۔۔۔میری آخری خواہش یہ ہے کہ میرا دل انور علی کو دے دیا جائے۔۔۔یہ کہتے ہی فاخرہ کی دھڑکنیں معدوم ہو گئیں۔۔۔ڈاکٹر میاں محمد شاہد شریف نے محسوس کر لیا کہ اب فاخرہ نہیں بچے گی تو انہوں نے انور علی کے ساتھ فاخرہ کے دل کا بائی پاس کر دیا۔۔

☆☆☆

مسٹر بلوچ میں سے فہمیدہ کا آسیب صرف ایک ہی شخص باہر نکال سکتا ہے۔۔۔بوڑھے ملنگ بابا لاسلکی نے مسٹر بلوچ کی حالت دیکھتے ہوئے کہا

کون؟۔۔۔سید وقاص، نائی میر، عمر اسلام اور مسٹر بلوچ نے بیک وقت پوچھا؟

کھجل سائیں!!!۔۔۔بوڑھے ملنگ لاسلکی نے جواب دیا۔

کیا؟؟؟؟۔۔۔سب نے بیک وقت بلند آواز میں کہا۔

☆☆☆

ختم شد

☆☆☆